ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بنیاد گذار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۶ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ

۲۹ مئی ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے بغیر مفہومِ قرآن سمجھ میں نہیں آسکتا

(۱) بدترین مخلوق

اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَبْدٌ اَذْھَبَ اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ (بخاری، مسلم)

ارشاد:۔ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک رتبہ میں سب سے بُرا شخص وہ ہے جو اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کے بدلے خراب کر دے۔[1]

[1] دوسرے کے کہنے اور اس کو خوش کرنے کے لئے گناہ کرے یا گناہ کے کام میں شریک ہو جائے۔

۲۔ گناہ کرو گے بھوکے مرو گے

اِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ یُصِیْبُہٗ (ابنِ ماجہ)

ارشاد:۔ انسان اس گناہ کی وجہ سے جس کا وہ ارتکاب کرتا ہے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ زمانہ کو بُرا مت کہو

لَا یَسُبُّ اَحَدُکُمُ الدَّھْرَ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الدَّھْرُ (مسلم)

ارشاد:۔ زمانہ کو بُرا نہ کہو کیونکہ (حالات زمانہ تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ واختیار میں، ہیں سب کچھ اس کے حکم سے ہوتا ہے

۴۔ عاجز رہو غرور کر کے ذلیل نہ بنو

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَّفِیْ نَفْسِہٖ کَبِیْرٌ لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ (مشکوٰۃ)

ارشاد:۔ جو اللہ کے لئے (بندوں کے ساتھ عاجزی وانکساری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو معزز و بلند کر دیتا ہے اور وہ (اگرچہ) اپنے دل میں خود کو چھوٹا سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوتا ہے اور جو تکبّر کرتا ہے اللہ اُسے ذلیل کرتا ہے وہ اگرچہ اپنے آپ کو بڑا جانتا ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے یہاں تک کہ لوگ اُسے کُتّے اور خنزیر سے زیادہ حقیر جاننے لگتے ہیں

۵۔ اولادِ آدم

اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ (ترمذی و ابوداؤد)

ارشاد:۔ تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔

شعر

بنی آدم سرشت از خاک دارند
اگر خاکی نباشد آدمی نیست

۶۔ حیا ایمان کی علامت ہے

اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وَّخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ (ابنِ ماجہ)

ارشاد:۔ ہر ایک دین کے لئے کوئی (خاص، عادت ہوتی ہے دین اسلام کی وہ (خاص عادت، شرم وحیا ہے

۷۔ حیا والا ایماندار ہے

اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرِنَا جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ

(بیہقی فی شعب الایمان)

ارشاد:۔ حیا اور ایمان دونو اکٹھے (لازم وملزوم، ہیں جب ان میں سے ایک ہٹا لیا (اٹھا لیا، جائے گا تو دوسرا بھی اٹھ جائے گا

یعنی

جس کے اندر ایمان ہوگا حیا ہوگی حیا سے ایمان مضبوط ہوتا ہے ۔۔۔ ایمان گیا حیا گئی بیحیائی کی ایمان گیا۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو با ایمان باحیا بنائے ۔۔۔ آمین۔

۸۔ سنگدلی چھوڑ دو

مَنْ یُّحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ

ارشاد:۔ جو شخص نرم دلی سے محروم ہوگیا۔ وہ تمام بھلائیوں سے محروم ہوگیا

یعنی

جب بات کرو اچھے انداز سے کرو

۹۔ تجربہ سے فائدہ اٹھاؤ

لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَیْنِ ۔۔۔ (بخاری، مسلم)

ارشاد:۔ مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا

یعنی

ایک دفعہ ٹھوکر اور دھکا کھا کر دوبارہ نہیں کھاتا

۱۰۔ فضولیات چھوڑ دو

مِنْ حُسْنِ الْاِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ ۔۔۔ (بخاری، مسلم)

ارشاد:۔ فضولیات کا ترک کر دینا مومن کی خوبیٔ ایمان کی دلیل ہے

۱۱۔ نام اچھے رکھا کرو

تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِاَسْمَآئِکُمْ وَاَسْمَآءِ اٰبَآئِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَآءَکُمْ (مسلم)

ارشاد:۔ قیامت کے روز تمہیں تمہارے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا لہٰذا اپنے نام اچھے رکھو۔

نوٹ:۔ مسلمانوں کو ایسے نام رکھنے چاہئیں جن میں اللہ کا نام آئے۔

۱۲۔ اللہ کے پسندیدہ نام

اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَآئِکُمْ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ (مسلم)

ارشاد:۔ تمہارے ناموں میں اللہ کے نزدیک سب سے پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ (نوٹ اوپر دیکھئے)

۱۳۔ دوست اچھے لوگوں کو بناؤ

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (بخاری)

ارشاد:۔ آدمی قیامت کے دن اپنے دوست کے ساتھ ہوگا

مطلب

نیکوں سے دوستی رکھو گے قیامت میں نیکوں کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے بدوں سے دوستی ہوگی تو انہی کے ساتھ جاؤ گے۔

ہفت روزہ

خدام الدین

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

سالانہ چندہ ۱۱ روپیے
ششماہی ۶ روپیے
سہ ماہی ۳ روپیے

جلد ۱۰ ۔ ۱۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۹ مئی سنہ ۱۹۶۴ء ۔ شمارہ ۴

شیر کشمیر شیخ عبداللہ کی لاہور میں آمد

ع :۔ اے آمدنت باعث آبادئ ما

بھارت اور پاکستان سالہا سال سے ایک دوسرے کے حقیقی دوست نہیں ہیں۔ وجہ مخاصمت محض اور صرف تنازعہ کشمیر ہے پاکستان کا موقف بالکل واضح ہے اور کسی صورت بھی چالیس لاکھ کشمیری عوام کو ان کا حق خود ارادیت دلانے کے مطالبہ سے دستبردار نہیں ہوسکتا شیخ عبداللہ خود قید کے بعد رہا ہوتے ہی بیان دے چکے ہیں کہ میں نہ تو بھارت کا ایجنٹ ہوں اور نہ پاکستان کا ایجنٹ ہوں میں تو کشمیری عوام کا نمائندہ ہوں۔ خدا خدا کرکے وہ دن آگیا کہ شیخ عبداللہ کو اس دیرینہ گتھی کو سلجھانے کا موقع مل گیا انہوں نے

پہلے دہلی میں پنڈت نہرو سے بات چیت کی ہے اب پاکستان میں تشریف لاکر پاکستان کے صدر ایوب سے گفتگو کریں گے نیز پیر کو وہ یونیورسٹی گراؤنڈ میں ایک ... عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کریں گے قبل ازیں بھارت یا کشمیر میں جتنے اجلاس منعقد کئے گئے شیخ عبداللہ نے ان میں خدا لگتی بات کہی۔ کہیں بھی ان کا پائے استقلال نہ ڈگمگایا، وہ گیارہ سال قید میں رہے اور اس طویل عرصے میں وہ کسی وقت بھی حرص و آز کے چنگل میں گرفتار نہ ہوسکے، یہ امر ان کی قومی و ملی جرأت و جسارت پر دال ہے اگرچہ ان کی راہ میں کافی کانٹے بچھائے گئے اور بھارتی پریس میں شیخ عبداللہ کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم زوروں پرہے اور یہ مطالبہ شروع ہوگیا ہے کہ کشمیری رہنما کو گرفتار کرلیا جائے ورنہ بھارت کی رائے عامہ یہ رائے قائم کرنے میں حق بجانب ہوگی کہ کوئی بھی سیاسی طالع آزما بھارتی حکومت پر دباؤ ڈال کر من مانے فیصلے کراسکتا ہے شیخ عبداللہ کی بھارتی لیڈروں سے حالیہ ملاقاتوں کے بعد حالات نے جو رخ اختیار کیا اس سے بھارت کا فرقہ پرست عنصر سخت بوکھلایا ہوا ہے اور اس بوکھلاہٹ کا ایک اندازہ پنڈت نہرو کے جگری دوست اور دست راست کرشنا مینن کے اخبار پیٹریاٹ کے اداریہ سے کیا جاسکتا ہے جس کا ماحصل یہ ہے شیخ عبداللہ کو بلا تاخیر گرفتار کرلیا جائے۔

اداریہ میں یہ کہا گیا ہے کہ شیخ عبداللہ بھارتی عوام کے صبر و تحمل اور بھارتی حکومت کی نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں اور بھارتی عوام کی جمہوری بالا دستی کو چیلنج کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اخبار نے کہا ہے کہ شیخ عبداللہ رہائی کے بعد اس انداز میں بات کر رہے ہیں جیسے ان کی حیثیت فاتح کی ہے اور وہ ہمیں یہ بتا رہے ہیں کہ ہم کیا کریں اور کیا نہ کریں

اخبار نے شیخ عبداللہ کی پنڈت نہرو پر نکتہ چینی کو بھی ان کے جرائم کی فہرست میں شمار کیا ہے اور یہ کہا کہ شیخ صاحب پنڈت نہرو کی کمزوریاں گنواتے اور بزعم خود ان کمزوریوں کی مدافعت کی کوشش کرتے ہیں اداریہ میں شیخ عبداللہ کی سب سے بڑی غلطی یہ بتائی گئی ہے کہ انہوں نے پاکستان

اور چین کے درمیان معاہدہ کی ساری ذمہ داری کرشنا مینن پر عائد کی ہے اور پاکستان کی سیٹو اور سنٹو معاہدات میں شرکت کا جواز پیش کیا ہے اخبار نے کہا ہے کہ شیخ صاحب کھلم کھلا یہ دھمکی دینے لگے ہیں کہ اگر کشمیر کے بارے میں ان کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو وہ کشمیر کے عوام کو بھارت کے خلاف صف آرا کر دیں گے

عیاں را چہ بیاں شیخ عبداللہ کی قید اور کشمیری عوام پر بھارت کے مظالم یقیناً انہیں بھارت کے خلاف صف آرا کر دیں گے۔ بھارتی حکومت اس سنہری موقع کو ہاتھ سے نہ دے اور شیخ عبداللہ اور پاکستان کے متفقہ جائز مطالبہ کو تسلیم کرلے اور امن عالم کو خطرے میں نہ ڈالے۔ پاکستان نے ایک عرصہ طویل سے صبر و تحمل کا پورا پورا ثبوت دیا ہے ۔ خداوند تعالےٰ اس کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

(غازی خدابخش)

اُسوۂ حسینیؓ اور ہم

اس وقت فرزندان اسلام کی جس بے راہ روی پر ماتم کرنے کے لئے ہم نے قلم اٹھایا ہے وہ ان کی حد سے گزری ہوئی وہ گمراہی ہے جس کا تعلق عشرہ محرم الحرام یا شہداء کربلا کے رسمی اور مصنوعی ماتم سے ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آج سے تقریباً تیرہ سو برس پہلے محرم سنہ ۶۱ھ میں یزیدی فوجوں کے ہاتھوں خاندان رسالت پر جو ظلم عظیم میدان کربلا میں ہوا وہ بھلایا نہیں جاسکتا اور جب تک دنیا میں اسلامی تاریخ کا وجود ہے مسلمانوں کے دلوں میں اس المناک اور روح فرسا واقعہ کی یاد بھی تازہ رہے گی

لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء کی وہ مظلومانہ شہادت ہم کو کیا سبق دیتی ہے اور ہم سے کیا چاہتی ہے

سیدنا حسین رضؓ کی شہادت نے ہم کو بتلایا کہ وقت کا حاکم اگر ظالم و جابر ہو تو اللہ والوں کو چاہیئے کہ اس کے ساتھ کوئی وفاداری کا عہد نہ کریں اور انجام کے خطرات سے بے نیاز ہوکر ظلم و عدوان کے خلاف آواز بلند کریں۔

کربلا کے معرکہ میں حضرت حسینؓ کے ساتھ باختلاف روایت ۷۲ یا ۷۲ نفوس و ساکین تھے اور دوسری طرف ایک زبردست لشکر لیکن اس کے باوجود صداقت کا حامی انجام سے بے نیاز ہوکر ساز و سامان رکھنے والی باطل کی کثیر فوج سے ٹکرا گیا کیونکہ حق و صداقت کی راہ نتائج کی فکر سے بے پرواہ ہے۔

مجلسِ ذکر ۸ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۴ھ ۲۱ مئی سنہ ۱۹۶۴ء

صحبتِ صالح ترا صالح کند

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

اللہ کا احسان و فضل ہے کہ اس نے ہمیں اپنی یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اسلام کی ہر عبادت اجتماعیت کی طرف دعوت دیتی ہے روزانہ نماز اکٹھے مل کر پڑھی جاتی ہے — روزے ساری دنیا میں ایک مخصوص مہینہ میں رکھے جاتے ہیں حج سب اکٹھے مل کر کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم اکٹھے مل کر اللہ کا ذکر کریں گے۔ تو اللہ تعالےٰ کی رحمت زیادہ نازل ہوگی۔ اگر کسی ایک کا ذکر قبول ہوگیا تو اس کے صدقے دوسروں کا بھی قبول ہو جائے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ میوہ منڈی میں آموں کی ٹوکری میں اوپر اچھے اور پکے آم رکھے ہوئے ہیں اور ان کے نیچے گلے سڑے اور خراب آم ہوتے ہیں۔ لیکن نیلامی میں اچھے اور پکے آموں کے ساتھ وہ گلے سڑے بھی بک جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کے ساتھ بد بھی بخشے جائیں گے — اگر کسی ایک نیک بندے کا ذکر قبول ہوگیا تو اس کے صدقے دوسروں کا بھی بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو جائے گا۔ اسی بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ جو لوگ ذکر اللہ کرتے ہیں۔ تو فرشتے ان کے اردگرد گھیرا ڈال کر آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ جو میرے بندے ذکر کر رہے ہیں تم گواہ رہو کہ میں نے ان سب کو بخش دیا، ایک فرشتہ کہتا ہے کہ یا اللہ! فلاں شخص کسی کام کی غرض کے لئے بیٹھا ہوا تھا۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ یہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والے بھی محروم نہیں کئے جاتے، میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ قرآن مجید میں اصحاب کہف کا واقعہ آتا ہے۔ ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔ کتا نیک انسانوں کے ساتھ گیا — وہ قیامت میں بھی جنت میں ان کے ساتھ جائے گا سچ ہے کہ

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

نیک صحبت اصلاح کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

اسلامی سال کا ابتدائی مہینہ محرم سے شروع ہوتا ہے۔ رمضان کے روزے فرض ہونے سے قبل دسویں محرم کا روزہ فرضی روزہ تھا — رمضان کے بعد ہر روزہ مسنون قرار دے دیا گیا۔ اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پار لگی تھی۔ اسی دن حضرت موسےٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات ملی تھی اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق ہوا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپؐ اکثر نفلی روزے رکھتے ہر چاند کے مہینہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھتے — اللہ تعالےٰ ہمیں بھی نفلی روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

آج مسلمانوں میں اسلامی مہینوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ کئی ان کے ناموں سے بالکل ناواقف ہیں۔ حالانکہ ہماری ساری عبادات چاند ہی کے مہینوں کے حساب سے ہوتی ہیں۔ حج، روزہ، عیدیں سب چاند دیکھنے پر ہوا کرتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ کی سنت یہ ہے کہ چاند کے مہینہ کو شمسی مہینہ پر ترجیح دی جائے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم قمری مہینے کو استعمال میں لائیں۔ خطوط میں قمری مہینہ کی تاریخ لکھیں۔ شمسی بھی لکھ لیں تو کوئی حرج نہیں لیکن قمری مہینہ کو شمسی پر ترجیح دیں

دوسری بات یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پیشِ نظر رکھیں۔ اپنے دل میں اللہ کا خوف پیدا کریں۔ تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنی زندگی کا شعار بنائیں — نیک صحبت اختیار کریں۔ نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ ذکر اللہ کثرت سے کریں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

بقیہ: خطبہ جمعۃ المبارک صفحہ ۲ سے آگے

کھودے جاتے۔ کبھی آپؐ کی گردن میں چادر ڈال کر چادر کو پھانسی کا رسہ بنایا جاتا — آپؐ پر پتھر برسائے جاتے۔ قرأت قرآن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا جاتا۔ شعب ابی طالب میں آپؐ کو محصور رہنا پڑا — دندانِ مبارک شہید کرانے پڑے مگر کوئی بڑی سے بڑی رکاوٹ اور مصیبت آپؐ کی راہ نہ روک سکی — یہ آپؐ ہی کا حوصلہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا دل تھا کہ آپؐ نے اس قدر صبر کیا اور مخالفوں تک کے لئے دعائیں کیں اور یہ آپؐ ہی کا ارشاد گرامی ہے۔

اَلصَّبْرُ رِدَائِیْ
صبر میرا لباس ہے

اللہ تعالےٰ ہمیں حضورؐ کے اسوہ پر چلنے اور دینِ حق کی راہ میں جان جوکھوں میں ڈالنے اور صبر کی توفیق دے آمین یا اللہ العالمین —

اور یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جس پر چل کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ بے پناہ قوت، جرأت اور بے خوفی کے مالک بن گئے تھے اور انہیں کوئی طاقت دین کی راہ میں عمل پیرا ہونے، پیغامِ حق سنانے اور مجاہدہ و ریاضت سے نہ باز رکھ سکتی تھی اور نہ ان کی راہ میں روک بن سکتی تھی۔

یہی چیز ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضورؐ اور صحابۂ کرام کے اتباع کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے بدرجۂ اتم ودیعت فرما رکھی تھی اللہ تعالےٰ ہمیں ان کی راہ میں چلنے کی توفیق عطا فرمائے —

خطبہ جمعۃ المبارک ۹ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۶۴ء

صبر کی حقیقت

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

بزرگانِ محترم!

میں گزشتہ کئی جمعوں سے اللہ والوں کی تعلیمات کا حاصل اور نچوڑ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ میرے جو بھائی بزرگ، مائیں، بہنیں اور عزیز ان باتوں کو سمجھیں گے اپنے پلے باندھیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز اللہ کے دربار میں سرخرو ہونگے دونوں جہان کی کامیابی ان کے قدم چومے گی اور وہ یقیناً اللہ کے فضل سے جنت میں انعاماتِ خداوندی کے ابدی مزے لوٹیں گے۔ لیکن اے برادرانِ عزیز! جب بھی کوئی نیک کام کیا جائے یا کسی عظیم مقصد کے لئے سامانِ سفر باندھ کر انسان منزل کی طرف روانہ ہو تو راستے میں طرح طرح کی تکلیفوں، مصیبتوں اور رکاوٹوں کا پیش آنا لازمی ہے۔ قدم قدم پر ڈاکوؤں اور رہزنوں سے پالا پڑنا لابدی ہے قسم قسم کے خطرات سے دوچار ہونا غیر یقینی نہیں اور پھر منزلِ مقصود کے حصول کے لئے عشق کے گھوڑے پر سوار ہو کر چلنا تو جان جوکھوں کا کام ہے اس راہ میں جان، مال، عزت آبرو غرضیکہ ہر چیز کی قربانی دینا پڑتی ہے اس لئے کسی نے کہا ہے

؎ ترکِ مال و ترکِ جان و ترکِ سر
در طریقِ عشق اول منزل است

صبر کے معنی

چنانچہ اے برادرانِ عزیز! جب بھی انسان منزل کے لئے قدم بڑھائے اور کسی عظیم کام کا بیڑہ اٹھائے تو اسے وہ کام کسی گھبراہٹ کے بغیر جی لگا کر کرنا چاہیئے راہ میں کوئی مصیبت آپڑے تو اسے بغیر گھبراہٹ کے جھیلنا چاہیئے محنت سے جی نہ چرانا چاہیئے آلام و تکالیف کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنا چاہیئے اور راستہ کی رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیئے صبر کے معنی ہی یہ ہیں کہ انسان تنگی اور ناخوشگواری کی حالت میں اپنے کو گھبراہٹ سے روکے مشکلات اور تکالیف کا پامردی سے مقابلہ کرے نفسانی خواہشات کو عقل پر غالب نہ آنے دے اور اپنی منزل کی طرف باوجود مصیبتوں اور رکاوٹوں کے بڑھتا رہے

محترم حضرات!

اب چونکہ طلبِ حق اور وصول الی اللہ کی راہ میں بھی انسان کو مذکورہ خطرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قدم قدم پر خواہشات نفسانی اور لذات، شہوات کے بندھن توڑتے ہوئے آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ زر و مال اور دنیا کی محبت سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ مجاہدہ و ریاضت کی منزلوں سے گزرنا ہوتا ہے اور صرف اللہ جلشانہٗ کو مقصود بالذات سمجھ کر ماسوی اللہ ہر چیز سے کٹنا پڑتا ہے اور اس راہ میں مال، بیوی، اولاد اور دنیا کی محبت قدم قدم پر راستہ گھیرے ہوئے کھڑی رہتی ہے چنانچہ "وصول الی اللہ اور فنا فی اللہ" کی منزل پر پہنچنے کے لئے تو کہیں زیادہ صبر کی ضرورت ہے اسی لئے یہ عاجز آج

"صبر کی حقیقت"

کے عنوان سے اپنی معروضات پیش کر رہا ہے۔ قرآن عزیز میں ارشاد ربانی ہے اللہ جلشانہٗ فرماتے ہیں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۝ (پ ۲ آیت ۱۵۳)

ترجمہ:- اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

آیت مذکورہ بالا میں اللہ کی مدد حاصل کرنے کے دو طریقے ارشاد ہوئے ہیں

اولؔ:- یہ مشکلات اور مصیبتوں میں صبر کرو

دوم:- یہ کہ نماز باقاعدگی سے پڑھتے رہو یعنی مشکلات کے ہجوم اور مصائب کی کثرت کے وقت بھی اللہ جلشانہٗ سے تعلق جڑا رہے اور کسی حال میں بھی اس مشکلکشائے حقیقی سے رشتہ ٹوٹنے نہ پائے۔ بھروسہ ہو تو اسی پر سجدہ ہو تو اسی کے حضور، جھکیں تو اسی کے آگے اور گریں تو فقط اسی کے سامنے۔

کسے نہیں معلوم؟ اور کون اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے؟ کہ کسی بڑی ہستی اور پرقوت ہستی سے تعلق جڑ جانے کے بعد دل کو کس قدر تقویت حاصل ہوتی ہے شدید بیماری کے وقت کسی بڑے ڈاکٹر کا آنا اگر انسان کی ٹوٹی ہوئی آس کو بندھا سکتا ہے اور دریا میں ڈوبتے ہوئے شخص کو کشتی اور ملاح کا سہارا نظر آنے سے دوبارہ زندگی کی کرن دکھائی دے سکتی ہے تو اس شخص کی تقویتِ قلب، تسکینِ خاطر اور اپنی حفاظت کے یقین کا کیا کہنا جس کے دل کا ربط اور تعلق ہر گھڑی دیکھنے اور ہر حال کے جاننے والے ناصرِ حقیقی اور محافظ حقیقی سے قائم ہو جائے۔ پھر یہاں تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ جلشانہٗ نے صبر کرنے والوں سے اپنی معیت کا اعلان فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ یعنی جو لوگ اپنے مقصود کی پیروی میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر کریں گے۔ انہیں اللہ تعالےٰ کی خاص معیت اور رفاقت نصیب ہوگی۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک معیت عامہ ہے جو بذریعہ علم و احاطہ ہوتی ہے اور ایک معیت خاصہ ہے جس کا نتیجہ حفاظت و نصرت اور تائید الٰہی ہوتا ہے اس آیت میں معیتِ خاصہ ہی کا ذکر ہے بہرحال ظاہر ہے کہ جس فرد یا جماعت کے ساتھ اللہ ہو وہ کبھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ہمیں بھی اپنے اندر یہ صفتیں پیدا کر لینی چاہئیں تاکہ معیت الٰہی کے شرف سے ہم بہرہ ور ہو ہوں۔

اس جگہ یہ حقیقت بھی انسان کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونی چاہیئے کہ صبر کے یہ معنی نہیں کہ جو امور طبعی اور بشری ہیں ان کے آثار کو بھی اپنے اوپر طاری نہ ہونے دیا جائے بھوک کے وقت مضمحل اور نڈھال ہو جانا درد کی تکلیف سے بے چین ہونا، عزیزوں اور قریبیوں کی موت پر آنکھوں سے آنسوؤں کا بے اختیار بہہ نکلنا وغیرہ

اس میں کوئی شے بھی صبر کے منافی نہیں اور نہ بے صبری میں داخل ہے۔ قرآنی فرمان کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ ہجوم مشکلات کے وقت گھبرا نہ جاؤ، ثابت قدم رہو عقل کو نفس پر غالب رکھو مغلوب نہ ہونے دو

اور دل قابو میں رکھو خود دل کے بس میں نہ آجاؤ

محترم حضرات!

جہاں تک صبر کے لغوی معنی کا تعلق ہے اس کے معنی حبس (روک) ہیں محاورہ ہے قُتِلَ فُلَانٌ صَبْرًا فلاں شخص باندھ کر مارا گیا آیت ذیل میں بھی معنی ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

ترجمہ! اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ ساتھ رکھیئے جو اپنے رب کو صبح و شام پکارا کرتے ہیں اور صرف اس کی ذات کے خواستگار ہوتے ہیں

اصطلاح میں صبر کو اس لئے صبر کہتے ہیں کہ اس میں بھی دل کو گریہ زاری سے، زبان کو شکوہ سے اور جوارح کو بے قراری سے روک لینا ہوتا ہے اس معنی کے پیش نظر صبر کے تین اصناف ہوئے

۱۔ اطاعت الٰہی پر صبر
۲۔ معصیت الٰہی پر صبر
۳۔ امتحان الٰہی پر صبر

اوّلے اور دوم اصناف میں انسان کے کسب کا بھی دخل ہے۔ مگر تیسری صنف میں کسب انسانی کو کوئی دخل نہیں

سیدنا یوسف علیہ السلام کے حالات پر غور کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ باپ کی جدائی پر صبر اور چاہ میں گرا دیئے جانے پر صبر بھی مقامات صبر میں سے ہیں۔ مگر امراۃ العزیز کی بات پر انکار کرنا صبر کی اعلیٰ قسم تھا۔ خصوصاً جب امور ذیل کو بھی زیر نظر رکھا جائے

(۱) جوانی (۲) خالی مکان (۳) مجردی (۴) نفس کے مطابق خواہش کا ہونا (۵) بے وطنی ــــ جہاں نہ خویش و اقارب کا دباؤ ہوتا ہے اور نہ ان کی طرف سے حیا ہوتی ہے (۶) محکومی (۷) حسین عورت کی ذاتی درخواست (۸) اس درخواست کے ساتھ ہر قسم کا مکر و فریب (۹) لالچ اور خوشامد (۱۰) دھمکی یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن کی موجودگی صدیق کے منصب صبر کو نہایت بلند کر دینے والی ہیں

(رحمۃ للعالمین جلد سوم)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ طاعات پر صبر کا درجہ سب سے اکمل و افضل ہے ــــ کیونکہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک طاعت کا فعل گناہ چھوڑ دینے یعنی ترک معصیت سے زیادہ محبوب ہے عدم طاعت تو بغاوت ہے اور بغاوت کا نقصان گناہ سے کہیں بڑھ کر اور سنگین ہے ــــ

بعض عارفوں کا کہنا ہے کہ صبر کے تین درجے ہیں۔ ایک شکایت اور گلہ کو چھوڑ دینا اسے صبر جمیل کہتے ہیں اور یہ تائبوں کا درجہ ہے دوسرے تقدیر الٰہی پر راضی رہنا یہ درجہ زاہدوں کا ہے۔ تیسرا خدا کے کام سے محبت رکھنا خواہ اپنے موافق ہو یا مخالف اور یہ درجہ صدیقوں کا ہے

بزرگوں نے لکھا ہے صبر کی تین حالتیں ہیں ــــ

(۱) صبر باللہ (۲) صبر للّٰہ (۳) صبر مع اللہ

صبر باللہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر اپنے نفس کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ کے لئے ہو جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ

صبر کیجئے اور آپ کا صبر تو اللہ ہی کے لئے ہے ــــ

(۲) صبر للّٰہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر کا باعث محبت الٰہی اور ارادہ تقرب الٰہی ہو۔ نہ قوت نفس کا اظہار ہو اور نہ خلق خدا میں تعریف کرنے کا شوق ہو

(۳) صبر مع اللہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے نفس کو اوامر الٰہی اور محارم الٰہی کا مطیع بنا دے جہاں چلنے کا حکم ہو چل پڑے جہاں رک جانے کا حکم ہو رک جائے ــــ یہ صبر بالاتفاق صدیقین کا ہے اور یہی سخت تر قسم صبر کی ہے۔

کہتے ہیں ایک شخص نے حضرت شبلی رح سے پوچھا۔ "کون سا صبر اہل صبر کے لئے سب سے زیادہ سخت ہے؟" آپ نے کہا "صبر فی اللہ" (اللہ کی راہ میں صبر کرنا)، اس نے کہا "نہیں"۔ فرمایا "صبر للّٰہ" (اللہ کی خاطر صبر کرنا)، اس نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا "صبر مع اللہ" (اللہ کی معیت کا مشاہدہ کرتے ہوئے صابر رہنا)، اس نے پھر کہا "نہیں"۔ آپ نے فرمایا "پھر کون سا ہے؟" اس نے کہا۔ "صبر عن اللہ" (اللہ کو دیکھتے ہوئے صبر رکھنا)" اس پر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چیخ ماری اور قریب تھا کہ اس کی وجہ سے ان کی روح نکل جاتی۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے آپ نے فرمایا دنیا سے آخرت کی طرف چل دینا مومن پر آسان اور سہل ہے مگر خدا کی راہ میں مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہے اور نفس کو چھوڑ کر خدا کی جانب رجوع کرنا مشکل تر ہے اور صبر مع اللہ مشکل ترین ہے۔ گویا "صبر مع اللہ" کا درجہ سب سے بلند ہے ــــ

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ صبر ایمان سے اس طرح وابستہ ہے جس طرح سر بدن سے ــــ ذوالنون مصری رح کا قول ہے آپ نے فرمایا۔ "صبر نام ہے اللہ کی ناپسند چیزوں سے دور رہنے کا اور مصائب کے غموں کو گھونٹ گھونٹ پینے کا اور باوجود تنگیٔ معاش کے بے نیازی ظاہر کرنے کا۔

خواجہ جنید بغدادی رح سے صبر کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "صبر تو کڑوی سے کڑوی دوا کو گھونٹ گھونٹ پینا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ پیشانی پر بل نہ آنے پائے۔

یحییٰ ابن معاذ رح کہتے ہیں کہ زاہدین کے صبر سے محبین کا صبر زیادہ سخت ہوتا ہے یعنی یار سے صبر ہونا بہت زیادہ تعجب کا موجب ہے۔

اَلصَّبْرُ يُجْمَلُ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا
اِلَّا عَلَيْكَ فَاِنَّهٗ يُجْمَلُ

جملہ مقامات پر صبر کرنا اچھا ہے مگر تجھ سے صبر کرنا کسی طرح پسندیدہ نہیں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الادب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور سے دریافت کیا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ حضور نے فرمایا اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ اور سیر چشمی ــــ

حدیث میں آیا ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب میرے بندوں میں سے کسی بندہ پر مصیبت آپڑتی ہے اس کے بدن میں یا مال و جان میں یا اولاد میں۔ پھر وہ اس کا استقبال صبر جمیل سے کرتا ہے تو مجھے قیامت کے دن شرم آئے گی کہ میں اس کے اعمال تولنے کے لئے ترازو کھڑی کروں یا اس کا اعمالنامہ کھولوں ــــ قرآن عزیز میں رب تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥ صبر والوں کو ان کا پورا پورا اجر بلا حساب دیا جائے گا ــــ

غرضیکہ صابرین کے لئے بڑے بڑے انعامات کا وعدہ ہے اور قرآن عزیز میں (۹۰) مقامات پر صبر کا ذکر صبر کی اہمیت کی وجہ سے کیا گیا ــــ کیونکہ اس کے بغیر آدمی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔

حضور کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ حضور نے احکام الٰہی کی تبلیغ اہل ایمان کی تعلیم اور اعلائے کلمۃ الحق کی تدبیر میں کیا کیا مصیبتیں جھیلیں اور کن کن ہموم و غموم کو برداشت کیا ہے ــــ کبھی حضور علیہ السلام کے آستان فیض پر غلاظت گرائی جاتی، کبھی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے گڑھے

باقی ص [illegible]

قسط (۷)

ایک مفسرِ قرآن ۔ ایک ولیٔ زمان

چودھری محمد یوسف ایم اے

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں میں وہی سادگی، صفائی، حلاوت روحانی اور سلاست تھی جو ایک اچھے بولنے والے کی باتوں میں ہوا کرتی ہے ایک بحر بیکراں ہے جو اپنی موجوں میں بہے جا رہا ہے سیدھے سادھے الفاظ ریشم کے لچھے معلوم ہوتے ہیں۔ بیان تقریر ایک ہموار، شفاف اور بھرپور دریا کی طرح رواں ہے راہ میں کوئی رکاوٹ یا عامیانہ پن نہیں۔ سیدھے سادھے جملوں میں دل کی بات ایک ایسے انداز میں کہہ جاتے ہیں کہ ایک شعلہ بیان مقرر کی شعلہ بیانی بھی اپنا سا منہ لے کر رہ جاتی آپ کے انداز خطابت میں ایک فطری لوچ اور غیر فانی سرمستی و رعنائی تھی جس سے سامع غیر ارادی طور پر جھوم جاتا اور بے اختیاری کے عالم میں داد تحسین کے نعرے بلند کرتا نظر آتا ہے مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ میں اپنے زمانہ طالب علمی میں حضرت کی مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے بڑے اہتمام سے جایا کرتا تھا کوشش یہی ہوتی کہ اگلی صف میں بیٹھ کر حضرت کے ارشادات گرامی سے لطف اندوز ہو سکوں چنانچہ لبا اوقات آپ کے قدموں میں بیٹھ کر آپ کے دلنشین خیالات سننے کا موقعہ ہاتھ آیا، آپ کا ایک ایک بول دل میں اتر جاتا لبا اوقات یوں معلوم ہوتا جیسے کوئی ماہر جراح نشتر سے زخموں کو کرید رہا ہے اور ان زخموں پر مرہم لگانے کے لئے بے چین و بے قرار ہو رہا ہے۔ آپ انتہائی وقار و متانت سے ہمہ دان مفکر کی طرح تقریر کے نشیب و فراز سے گزرتے چلے جاتے اور اپنے پیچھے بے پناہ جذب واثر کا طوفان چھوڑ دیتے ایک ایسا طوفان جو دلوں میں احساس کی لازوال تڑپ پیدا کر دے۔ ادھر سامعین کا حال یہ ہوتا کہ آپ کے ہر جملے اور ہر فقرے سے قلب میں سوز و گداز کا ایک بحر بیکراں موجیں مارنے لگتا اور سامع درد و گداز کی پنہائیوں میں کھو جاتا

آپ کی تقریر سننے کے بعد یوں معلوم ہوتا جیسے آسمان سے فرشتے اتر آئے ہیں اور انہوں نے اہل مجلس کے چہروں کو نور کی چادر سے ڈھانپ دیا ہے الغرض آپ کی تقریر درد و تاثیر کے پائدار عناصر کی حامل تھی کیونکہ ہر دل اور ہر دماغ اسی جاذب و اثر کی لطیف کشش کا متوالا تھا لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ آخر کون سی قوت تھی جس نے حضرت کی تقریر کے سادہ جملوں کو دلسوزی و سرمستی اور رعنائی کا جوہر حقیقی عطا کیا اس سوال کا جواب چنداں مشکل نہیں صرف معمولی سے غور و فکر کی حاجت ہے ذرا تدبر و تفکر دونوں کی انگلی تھام کر سوال و جواب تلاش کریں۔ یقین کامل ہے کہ سوال از خود جواب کا روپ دھار کر حاضر خدمت ہو جائے گا۔ میرے نزدیک حضرت لاہوری کی تقریروں میں بے پناہ جذب و اثر ان کی طبعی اور فطری بے نیازی کا سبب تھا وسیع تر مفہوم میں اس بے نیازی سے مراد حضرت کی وہ قلندرانہ شان ہے جس کا ذکر خیر علامہ اقبال کے کلام میں بڑی خصوصیت کے ساتھ عمل میں لایا گیا ہے یہی وہ قلندرانہ شان ہے جس نے حضرت کے شخصی وقار کو تادم آخر سنبھالا دیئے رکھا۔ اگر سچ پوچھیں تو فقر و استغنا کے سوا کچھ بھی نہیں، یہی استغنار مرد کو مردِ کامل بناتا ہے ..... وہ بلاشبہ حضرت لاہوری فقر و استغناء کی دولت لازوال سے مالا مال تھے یہاں جو تو دولت مند کی دولت و ثروت کا رعب طنطنہ ہے اور نہ ہی شاہ کی شان و شوکت اور کر و فر کا لحاظ، بلکہ اس قلندر کی بارگاہ میں خود شوکت سنجر و سلیم دم بخود ہے۔ غربت و افلاس بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکے اور نہ ہی رئیسوں کے دسترخوان کے تر نوالے آپ سے آپ کی دولت استغناء چھین سکے۔ یہاں ہر قسم کی مالی مجبوریوں کا دامن تار تار دکھائی دیتا ہے یہاں دنیوی منفعتوں اور ذاتی مصلحتوں کی زبان گنگ ہے بلکہ حضرت کے استغنار کا عالم یہ تھا کہ آپ نے کبھی بھی کسی سے کوئی چیز بطور نذرانہ وصول نہ کی، بالفاظ دیگر یہ ایک ایسا پیر نہ تھا جو مریدوں کا لہو تک چوس لے اور شاعر یہ کہتا سنائی دے ؎

یاں اہل صلوٰۃ و اہل وضو
چوس لیتے ہیں احمقوں کا لہو
یاں دعاؤں کی فیس ملتی ہے
زر ملے تو زبان ہلتی ہے

بلکہ یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے غریب و نادار آئے تو سکون و طمانیت کا انمول موتی لے کر جائے، لفنگا اور شہدا آئے تو حجاب و متانت کا جوہر زرنگار لے کر جائے اور اگر عالم دین آئے تو علم و عمل کی دو آنکھوں کا نور بصیرت لے کر جائے یہ ہیں حضرت مولانا احمد علیؒ صاحب جن کے ازلی اور فطری استغناء نے آپ کو دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز کر کے صرف ایک ہی بے نیاز حقیقی کے سامنے جھکا دیا جس کے نتیجہ میں روح اقبال یوں زمزمہ آرا ہوتی ہے ؎

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولیٰ صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگاہ دلنواز
نرم دم گفتگو گرم دم جستجو!
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز
نکتۂ پرکار حق مردِ خدا کا یقین!
اور یہ عالم تمام وہم طلسم اور مجاز

ان اشعار کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ ساری باتیں علامہ اقبال نے محض حضرت لاہور کی ذاتِ بابرکات کے بارے میں کہی ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بھی خصوصیت ایسی نہیں جو حضرت لاہوریؒ کی ذاتِ گرامی میں موجود نہ ہو جن لوگوں کو حضرت لاہوریؒ کے قرب میں ہمنشینی کا موقعہ ملا ہے وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ حضرت لاہوری کا مقام عظمت اور مقام رفعت کیا ہے اور وہ میرے اس بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا اشعار کس حد تک حضرت لاہوری کی ذاتِ گرامی پر صادق آتے ہیں یہاں ایک واقعہ مثال کے طور پر نقل کیا جاتا ہے تاکہ قارئین پر حقیقت حال واضح طور پر بے نقاب ہو سکے لوگ شادی بیاہ کے موقعوں پر حضرت لاہوریؒ کو مدعو کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں لیکن یہ مرد مومن خالی ہاتھ جاتا ہے اور خالی ہاتھ واپس آتا ہے، ان کے نوالۂ تر سے کام و دہن کے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

اللہ کا ڈر

قاری محمد اقبال مدرسہ تجوید القرآن مرکزی جامع مسجد حویلیاں (ہزارہ)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا کر راکھ کر دینا پھر تم میری اس راکھ میں سے آدھی تو کہیں خشکی میں بکھیر دینا اور آدھی کہیں دریا میں بہا دینا اللہ کی قسم اگر خدا نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے سخت عذاب دے گا۔ جو دنیا جہان میں کسی کو نہ دے گا اس کے بعد جب وہ مر گیا۔ تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ پھر اللہ تعالےٰ کے حکم سے خشکی اور تری سے اس کے اجزاء جمع ہوئے اور اس کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ پھر اس سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا عمل کیوں کیا۔ اس نے عرض کی کہ اے میرے مالک تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تیرے ڈر ہی سے کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس بندہ کی بخشش فرما دی (رواہ البخاری)

ایک دوسری جگہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے خوف اور ہیبت سے جس بندۂ مومن کی آنکھوں سے کچھ آنسو نکلیں اگرچہ وہ مقدار میں بہت کم ـــ مثلاً مکھی کے سر کے برابر ہوں۔ پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے چہرہ پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالےٰ اس چہرہ کو دوزخ کی آگ کے لئے حرام کر دے گا (ابن ماجہ)

صحابہؓ کرام کے خوف کا ذکر

امام غزالی رحؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضؓ جب کوئی آیت قرآن مجید کی سنتے تو مارے خوف کے بے ہوش ہو کر گر پڑتے پھر چند روز آپ کی عیادت ہوا کرتی۔ ایک روز آپ نے ایک تنکا زمین پر سے اٹھایا اور فرمایا کہ کاش میں کتنا ہی اچھا ہوتا اگر تنکا ہوتا۔ کاش میں کوئی چیز مذکور نہ ہوتا۔ کاش میں بھولا بھلایا ہوتا کاش کہ میری ماں مجھ کو نہ جنتی۔

آپ کے چہرہ پر آنسوؤں کے دو کالے خط تھے اور فرماتے جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اپنا غصہ نہیں نکالتا اور جو کوئی تقویٰ کرتا ہے اپنی من مانی بات نہیں کرتا اسی طرح ایک دفعہ آپ نے سورۂ تکویر کی تلاوت فرمائی تو جب اس آیت پر پہنچے وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۔ تو بے ہوش ہو کر گر پڑے ـــ

ـــ ایک دوسری مثال ـــ

امام زین العابدینؒ جب وضو فرماتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا آپ کے گھر والے پوچھتے کہ وضو کے وقت آپ کا کیا حال ہوتا ہے تو آپ فرماتے تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اب کس ہستی کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔

حضرت عباسؓ سے کسی نے خائفین کی حقیقت پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خائف وہ ہیں جن کے دل خوف خدا سے زخمی ہیں اور آنکھیں روتی ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کیسے خوش ہوں کہ اس صورت میں کہ موت ہمارے پیچھے لگی ہے اور قبر سامنے ہے اور قیامت ہمارے وعدہ کی جگہ ہے اور پلصراط سے گذرنا ہے اور خدائے بزرگ اور برتر کے سامنے ہم کو کھڑا ہونا ہے

ایک روایت میں ہے کہ انصار میں سے ایک جوان صحابی اتنا رویا کرتے کہ رونے کی وجہ سے گھر سے بھی نہیں نکلتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو اپنے گلے مبارک کے ساتھ لگایا اور وہ اسی وقت وفات پا گئے آپ نے صحابہؓ کرام سے فرمایا کہ اپنے ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو۔ دوزخ کے خوف نے اس کے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

صحابہ کرام کی تو یہ حالت تھی۔ لیکن آج ہم ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے خوف سے بالکل بے خوف ہیں۔ اور مال و اولاد کی محبت ہمارے دلوں اور دماغوں پر اس حد تک تسلط جما چکی ہے کہ ہم اپنے مالکِ حقیقی سے کوسوں دور ہو چکے ہیں ـــ اور ہر طرح حرام و حلال جمع کرنے کی دھن میں لگے ہیں۔ عیش و عشرت میں مبتلا ہیں اور دل میں اتنا خیال نہیں کہ ایک دن ہم نے اپنے مالک لازوال کے سامنے پیش ہونا اور اسے جواب دینا ہے لیکن ان سب باتوں کا خمیازہ دنیا میں بھی بھگتنا پڑتا ہے لیکن موت کے وقت یہ سب باتیں روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیں گی ـــ

جیسا کہ اس شعر میں ہے ـــ

وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا
جو دیکھا خواب تھا جو سنا افسانہ تھا

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے دلوں میں اپنا خوف پیدا فرمائے (آمین)

اعلان

ہفت روزہ خدام الدین کے پرانے پرچے

دفتر میں برائے تقسیم موجود ہیں۔ مدارس عربیہ کے طلباء و دیگر حضرات دس نئے پیسوں کے ٹکٹ ارسال فرمائیں ایک پرچہ ان کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔ مقامی حضرات ذاتی طور پر پرانے پرچے بغیر ٹکٹ حاصل کر سکتے ہیں۔

(ادارہ)

ایجنٹ حضرات سے

بعض ایجنٹ حضرات نے تا حال اپنی واجب الادا رقوم کی ادائیگی نہیں کی۔ ان صاحبان کے پاس ہمارا نمائندہ عنقریب پہنچ رہا ہے از راہِ کرم بقایا رقوم کی ادائیگی فی الفور کی جائے تاکہ نہ تو ترسیل بنڈل بند ہو اور نہ ذاتی طور پر رقوم وصول کرنے میں ادارہ کا پیسہ اور وقت ضائع ہو۔ (ادارہ)

نوٹ

اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے خدام الدین میں اشتہار دیجئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورت الصّف

از امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ

غازی خدا بخش و بشیر احمد بی اے

سورۂ ممتحنہ کے ساتھ ربط

سورۂ ممتحنہ میں جو تعلیم دی گئی تھی اسے اگر تعلقات خارجیہ سے تعبیر کیا جائے تو زیادہ بعید نہیں۔ غیر مسلم جماعتوں کے دو حصے ہوں گے (۱) وہ دشمن جن کے ساتھ دوستی نہیں کرنی چاہیئے

(۲) ایسے لوگ جو دشمنی نہیں کرتے ان کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا ممنوع نہیں اس سورۃ میں یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ تعلقات منقطع کرنے کے کیا درجے ہیں جن سے تعلقات منقطع کرلئے جائیں ان کے ساتھ بھی انصاف کے ساتھ پیش آنا چاہیئے جس طرح تعلقات منقطع کرنے کے بعد ہم اپنے حقوق جو وزارت خارجہ (Foreign Office) کی پالیسی (Policy) معین کرتی ہے۔

وزارتِ حربیہ کا کام

وزارت خارجہ کے بعد وزارتِ حربیہ (War Office) کا کام آتا ہے جس جماعت یا قوم کو وزارت خارجہ دشمن قرار دے دے اور جن سے تعلقات منقطع کرے ان کے ساتھ لڑنے کی پوری تیاری کرنا حکومت بنانے والی پارٹی کے لئے ضروری ہے حکومت کے قیام کے بعد اس کو وزارت حربیہ کہا جائے گا۔

سورۂ صف کا مضمون

چنانچہ اس ۔سورت ۔ الصف ۔ میں لڑائی کی تیاری کے متعلق احکام دیئے گئے ہیں اور مسلمانوں کو بڑی بڑی جنگوں کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت نمبر (۱) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(ترجمہ)

جو مخلوقات آسمانوں اور زمینوں میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

قرآن کا نظام قائم کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جنگ کرنے کا حکم کہ اللہ کا قانون یعنی اللہ کی کتاب دنیا میں حاکمانہ انداز سے کامیاب ہو اس لئے نہیں دیا گیا کہ خدا تعالےٰ اس کا محتاج ہے (سبّح) بلکہ اس لئے کہ وہ ایک قوم کو حکومت چلانے کی ذمہ داری سکھانا چاہتا ہے (یہ حکیم کے اسم کی تاثیر ہے) اور اس طریقے سے دنیا میں معزز بنانا چاہتا ہے (یہ اسم عزیز کا مطلب ہے)

اللہ کا محتاج نہ ہونا زمین و آسمان کی حکومت چلانے سے ظاہر ہے۔ آسمانی سیارے اور ستارے ایک خاص نظام میں حرکت کر رہے ہیں اور اپنے اپنے فرائض کو سرانجام دے رہے ہیں ایسے ہی زمین کے مختلف موالید اور جن سب اپنے اپنے فرائض پورے کر رہے ہیں اور اس قانون کے اندر چل رہے ہیں جو اللہ نے اس کے لئے بنا دیا ہے۔ اگر اتنے بڑے نظام کے چلانے میں خدا کسی کا محتاج نہیں ہے تو وہ انسانوں کے اندر ایک خاص قسم کی حکومت چلانے میں کسی کا محتاج کیوں ہونے لگا؟

آیت نمبر ۲:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

ترجمہ! اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔

جبری خدمت

حزب اللہ قائم ہونے کے بعد جماعت میں یہ استعداد آگئی کہ وہ اپنے فرائض خود ادا کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کریں وہ سمجھ چکے تھے کہ قرآن حکیم کی حکومت پیدا کرنا اس نظام کو سنبھالنا۔ یہ ہمارا ایمانی فرض ہے اب ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہماری رہنمائی کی جائے اور ہمیں اعلےٰ سے اعلےٰ فرائض جو ہو سکتے ہیں وہ بتائے جائیں تو انسان کو حکومت بنانے میں سب سے مشکل فرض جو پیش آتا ہے وہ عمومی فوجی خدمت ہے (Conscription) ہے جو لوگ اتنی مشکل سے گھبرائیں وہ اس آیت کی ذیل میں آتے ہیں۔

آیت نمبر ۳:۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

یک قوم پارٹی کے پروگرام کے اندر رہ کر اعلےٰ سے اعلےٰ فرض کے ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرے تو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ جو لوگ اس فرض کے ادا کرنے میں سستی کریں وہ سخت سزا کے مستوجب سمجھے جائیں گے اگر وہ اس فرض سے کوتاہی کی شکل میں یہ سخت سزا برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں تو ان کی باتیں فقط ڈینگیں ہیں عملی تقدم نہیں ہے۔

پس اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا کہ یہ تم جانتے ہی ہو کہ اعلےٰ فرض ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرنا اس کے ترک پر سزا برداشت کرنے کی تیاری ہے اور سزا سخت سے سخت دی جائے گی خدا کے ہاں سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ تم ...... آمادگی ظاہر کرو اور پھر کام نہ کرو۔

ہمارے علماء کی غلطی

جب کوئی جماعت اعلےٰ فرائض ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرے اور سمجھ لے کہ اس کی ادائیگی میں کوتاہی پر اسے سخت سے سخت سزا دی جائے گی تو اس میں ضبط (Discipline) پیدا ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ڈسپلن کے بغیر کوئی فوج دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتی فوجی زندگی کا عملی تجربہ نہ ہونے کے باعث ہمارے علماء کے دماغ خراب ہو چکے ہیں (الا ماشاء اللہ) اس لئے وہ ان آیات کا مطلب سمجھنے میں بہت دور ہیں، وہ قرآن حکیم کی آیتوں کے لفظی ترجمے ہی میں الجھے رہتے ہیں اور قصے بیان کر کے ہی گھر پورا کر دینا چاہتے ہیں مگر اپنے نفس پر یہ فرض کر کے کہ کیا میں اس ڈیوٹی کے ادا کرنے کے لئے تیار ہو رہا ہوں جو قرآن حکیم کی حکومت پیدا کرنے کے سلسلے میں مجھ پر عائد ہوتی ہیں۔ غور ہی نہیں کرتے جب تک وہ اس طرح غور نہیں کریں گے ان کو کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے گا۔ انہوں نے اس بے فکری سے قوم کی ذہنیت مردہ بنا دی ہے جیسے کوئی دوسری قوم آکر ان کو سلطنت بنا کر دیدی گی قرآن حکیم پڑھنے والے آدمی کے لئے اس قسم کا خیال ڈوب مرنے کے قابل ہے۔

(باقی بر صفحہ ۱۸)

موت اور اس کی یاد

میاں غلام حسین قلعہ گجر سنگھ لاہور



اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ط

ترجمہ! تم جہاں کہیں ہو گے موت تمہیں آ ہی پکڑے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہی ہو۔ پ۵ (سورۃ النساء آیت ۷۸)

موت و حیات کا سلسلہ ابتدائے آفرینش سے ہی چلا آ رہا ہے۔ جو بھی پیدا ہوا وہ اپنا وقت معین پورا کر کے اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا صرف اللہ تعالٰے کی ذات حی و قیوم ازلی اور ابدی ہے۔ اس کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ بڑے بڑے سرکش انسان اس زمین کو روندتے رہے بڑے بڑے بادشاہ اس زمین پر عالیشان محلات تعمیر کرتے رہے مضبوط قلعے بناتے رہے اور اپنی بادشاہت پر ناز کرتے رہے لیکن کیا اس شان و شوکت نے ان کا ساتھ دیا؟ کیا وہ موت سے بچ گئے؟ یہ دنیا کسی کا ساتھ نہیں دیتی بڑے بڑے عالی رتبہ اس دنیا میں آئے جو زمین پر چلتے تھے تو زمین ہل جاتی تھی اور جب بات کرتے تھے تو لوگوں کے کان کھڑے ہو جاتے تھے جب ان کو غصہ آتا تھا تو لوگ ان کی ہیبت سے لرز جاتے تھے لیکن وقت آنے پر زمین نے ان کو اپنے اندر چھپا لیا۔ اور لوگ ان کے ناموں تک بھول گئے۔ موت کا وقتِ معین پر آنا ضروری ہے، اس میں تاخیر ہو ہی نہیں سکتی۔ انسان کیسے ہی مضبوط اور محفوظ و مامون مکان میں ہو موت اپنے وقت مقررہ پر آئے گی اور ضرور آئے گی اس سے بچنا ممکن ہے بوڑھا ہو یا جوان عورت ہو یا مرد امیر ہو یا غریب موت کے لئے سب برابر ہیں یہ وقت ہر ایک کے لئے معین ہے نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے

موت کی حقیقت

انسان کے جسم میں دو روحیں ہوتی ہیں۔ ایک روح حیوانی دوسری روح انسانی روح حیوانی کا سرچشمہ دل ہے اور وہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو انسان کے بائیں طرف سینے میں رکھا ہوتا ہے اور یہ روح ایک لطیف بخار جیسی ہے یہ لطیف بخار دل سے عروق متحرکہ کے ذریعے دماغ اور سارے بدن میں پہنچتا ہے جس سے حس و حرکت کی قوت پیدا ہوتی ہے آنکھ قوت بینائی حاصل کرتی ہے کان قوت شنوائی قبول کرتا ہے اسی طرح سب حواس پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی مثال ایک چراغ جیسی ہے۔ چراغ کو جس جگہ پر بھی لے کر پھرو گے اس کا عکس دیواروں پر پڑے گا اور سارا گھر روشن ہو جائے گا جس طرح چراغ کی روشنی گھر کی دیواروں پر ظاہر ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالٰے کی قدرت سے بینائی شنوائی اور باقی سب حواس اس روح سے ظاہری اعضاء میں پیدا ہو جاتے ہیں اگر کسی رگ میں کوئی گرہ پڑ جائے تو وہ عضو بے کار ہو جاتا ہے اور اس میں حس و حرکت باقی نہیں رہتی۔

اس روح کی مثال آتش چراغ کی طرح ہے اور دل کی مثال مثل فتیلہ کی ہے غذا کی مثال روغن کی طرح ہے جس طرح چراغ سے تیل نکال لیں تو وہ گل ہو جاتا ہے اسی طرح غذا نہ ملنے پر روح کا معتدل مزاج بے کار ہو جاتا ہے اور آخر کار آدمی مر جاتا ہے۔ روغن اگر چراغ میں موجود ہو اور بتی اگر تیل کو زیادہ پی لے یا تیل کو قبول ہی نہ کرے تو چراغ گل ہو جاتا ہے اسی طرح دل بھی مدت دراز کے بعد ایسا ہی ہو جاتا ہے کہ غذا کو قبول نہیں کرتا۔ جس طرح چراغ پر پر کوئی چیز مارنے سے چراغ بجھ جاتا ہے اگرچہ اس میں تیل اور بتی موجود ہو۔ اسی طرح زخم کاری لگنے سے آدمی بھی مر جاتا ہے جب تک اس روح کا مزاج اس کی شرائط کے مطابق معتدل رہتا ہے تو قوت حس و حرکت قائم رہتی ہے اور جب یہ اعتدال حرارت یا برودت یا اور کسی سبب کی زیادتی کی وجہ سے جاتا رہتا ہے تو اعضا بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں۔ سارا جسم جو تمہاری اطاعت کرتا ہے تو وہ روح حیوانی کے ذریعہ سے ہی کرتا ہے اگر اس روح حیوانی کا مزاج بگڑ جائے تو جسم اطاعت سے انکار کر دیتا ہے اسی کو موت کہتے ہیں

دوسری روح روح انسانی ہے اور وہ روح اس روح کی جنس سے نہیں ہے اس روح انسانی کا جسم ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قسمت پذیر ہی نہیں ہے اور حق تعالٰے کی شناخت اسی میں آ سکتی ہے۔ جس طرح حق تعالٰے ایک ہے اور قسمت پذیر نہیں ہے اسی طرح معرفت بھی ایک ہے اور تقسیم کو قبول نہیں کرتی۔ روح انسانی روح حیوانی کے تابع نہیں ہے بلکہ وہ اصل ہے اور روح حیوانی کے باطل ہونے سے باطل ہو جاتی۔ روح حیوانی روح انسانی کی سواری ہے اور اس کا آلہ ہے جب روح حیوانی کا مزاج باطل ہو جاتا ہے تو قالب بیکار ہو جاتا ہے جس کو مرنا کہتے ہیں لیکن روح انسانی قائم رہتی ہے مگر بغیر سواری اور بغیر آلہ کے ہوتی ہے لیکن سواری کی تباہی سوار کو ضائع اور نیست نہیں کرتی ہاں بے ہتھیار اور پیادہ بنا دیتی ہے۔ یہ آلہ اس کو اس لئے دیا گیا ہے کہ حق تعالٰے کی معرفت و محبت کا شکار کرے اگر اس نے شکار کر لیا تو اس آلہ کا ضائع ہونا اس کے حق میں بہتر ہے اور اگر شکار سے پہلے ہی یہ آلہ شکار تلف ہو جائے تو اس حسرت و مصیبت کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ (ماخوذ از کیمیائے سعادت)

موت و حیات کا سلسلہ قائم کرنے کا مقصد

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ پ۲۹ سورۃ الملک آیت ۱-۲)

ترجمہ! وہ ذات با برکت ہے جس کے ہاتھ میں سب حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کس کے کام اچھے ہیں اور وہ غالب بخشنے والا ہے —

موت و حیات کا سلسلہ اللہ تعالٰے نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ تمہارے اعمال کی جانچ کی جائے کہ تم میں سے کون برے کام کرتا ہے اور کون اچھے دنیا کی زندگی میں اس کا امتحان ہوتا ہے اور دوسری زندگی میں اس کی جزاؤ سزا۔ اگر دنیا کی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا اور اگر موت نہ آتی تو لوگ مبدأ و منتہی سے غافل اور بے فکر

ہو کر عمل چھوڑ دیتے اور دوبارہ زندہ نہ کئے جاتے تو بھلے بُرے کا بدلہ کہاں ملتا موت کا خوف بُرے کاموں سے روکتا ہے اور نیک کاموں کی رغبت دلاتا ہے۔ حیات تو اللہ تعالےٰ کی نعمت ہے مگر دنیا میں موت بھی اس کی برکات کا مظہر ہے ۔ اگر موت نہ ہو تو یہ قویٰ جسمانیہ سو دو سو برس کے بعد بلکہ اس سے پہلے ہی بیکار ہو جاتے ہیں اور زندگی وبال جان ہو جاتی ہے دوسرے دنیا میں بہت لوگوں کی موت دوسروں کے لئے راحت کا باعث ہوتی ہے تیسرے آخرت کی زندگی اس کڑوے پھل کے کھانے پر موقوف ہے ہر ایک کو اس پل پر سے گزرنا پڑتا ہے اس کے بعد عالم جاودانی میں جا کر نیک و بد اعمال کی سزا و جزا ملتی ہے۔ دار آخرت میں جانے کے لئے موت کے پل کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں ہے دنیا آخرت کی کھیتی ہے جس نے اس میں نیک کاموں کا بیج بویا اس جہان میں عمدہ پھل پائے گا ۔ عقلمند وہ ہے جو اس چند روزہ حیات میں اللہ تعالےٰ کی ممنوعات سے بچتا رہے اس کی اطاعت میں جلدی کرے غفلت میں عمر گرانمایہ کو ضائع نہ کرے۔

ہر شخص کی موت کا وقت مقرر ہے اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی

وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ہ

(پ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۳۴)

ترجمہ ! اور ہر ایک گروہ کے لئے ایک میعاد معین ہے جب وہ میعاد ختم ہو گی اس وقت نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔

موت بلانے سے نہیں آیا کرتی اللہ تعالیٰ کے حکم سے وقت مقررہ پر آیا کرتی ہے۔ آخرت کی پہلی گھاٹی یا پہلی سیڑھی انسان کی موت ہے پھر اس کے بعد آخرت کا کارخانہ شروع ہوتا ہے دنیا میں ہر قوم کا ایک وقت معین ہے جس کے افراد یکے بعد دیگرے فنا ہونے سے وہ قوم فنا ہو جاتی ہے بڑے بڑے تاجدار جن کے سامنے لاکھوں سپاہی دست بستہ کھڑے رہتے تھے اور ان کے ادنیٰ سے اشاروں پر جان قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اور ہزاروں خادم دن رات ان کی خدمت میں مصروف رہتے تھے آج ان میں سے ایک خدمت گار تو کیا ان کی فوج کے کسی گھوڑے کی زین اور لگام بھی نہیں دکھائی دیتی نہ ان کا کوئی مخالف یا موافق ہی نظر آتا ہے وہ سب کے سب چلے گئے ان میں سے اکثروں کا نام بھی لوگوں کو یاد نہیں رہے ان کے عہد کی چیزیں بھی ختم ہو گئیں ان کے شاندار دربار اور ان کے امراء کہاں غائب ہو گئے ان کے محلات کی شان و شوکت کہاں گئی ؟ ؎

زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہ (پ ۲۸ سورۃ الجمعہ آیت ۸)

ترجمہ ! کہہ دو بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تو ضرور تمہیں ملنے والی ہے پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے —

انسان ہزار کوشش کرے لیکن موت سے ڈر کر کہاں بھاگ سکتا ہے ۔ مضبوط سے مضبوط محلوں میں بھی دروازے بند کر کے بیٹھ جائے وہاں بھی موت پہنچ جائے گی اور موت کے بعد اللہ تعالےٰ کی عدالت میں پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا ۔ اللہ تعالےٰ ہر چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا ہے کوئی عمل خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اس سے چھپایا نہ جا سکے گا۔

تم ایسی بے فکری اور بے خوفی سے اللہ تعالےٰ کی باتوں کو جھٹلاتے ہو گویا تم کسی کے حکم اور اختیار میں ہی نہیں ہو یہ خیال ہی نہیں کرتے کہ کبھی مرنا ہے اور خدا کے ہاں بھی جانا ہے، جس وقت تمہارے کسی عزیز کی جان نکلنے والی ہو سانس حلق میں اٹک رہا ہو موت کی سختیاں گزر رہی ہوں اور تم پاس بیٹھے ہوئے اس کی بے بسی اور درماندگی کا تماشہ دیکھتے ہو ۔ یا دل نخواستہ وہ تم سے جدا ہو جاتا ہے اور تم اسے ایک منٹ کے لئے بھی نہیں روک سکتے ہو ۔ کیا تم پر یہ وقت کبھی نہیں آئے گا ؟

یاد رکھو ! تمہارے جیسے ہزاروں کو دنیا نے موٹا تازہ کیا اور پھر نہیں نگل گئی — موت سے وہی ڈرتا ہے جس کی دنیا آباد ہوتی ہے اور آخرت برباد ہوتی ہے اس لئے آبادی سے ویرانے میں جانے سے ڈر لگتا ہے ۔ موت کو خوش آمدید کہنے کی جرأت اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ کسی کو اپنے عقائد کی صداقت موت کی صداقت کی طرح یقینی ہو

اللہ تعالےٰ کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ج وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ہ

(پ ۲۷ سورۃ الرحمٰن آیت ۲۶-۲۷)

ترجمہ ! جو کوئی زمین پر ہے فنا ہو جانے والا ہے اور آپ کے پروردگار کی ذات باقی رہے گی جو بڑی شان اور عظمت والا ہے۔

اللہ تعالےٰ حی و قیوم ازلی و ابدی ہے اور اس کے سوا سب کچھ فانی ہے ان کی حیات اور ان کا وجود مستعار ہے۔ دنیا کی فنا بھی انسان کے لئے بڑی نعمت ہے ۔ کیونکہ اس فنا کے بعد عالم باقی میں جانا میسر ہو گا جو بڑی نعمت ہے عارفانے سچ کہا ہے کہ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست کے پاس پہنچا دیتا ہے۔

روز مرہ کے مشاہدات اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ جو بھی اس زمین کی سطح پر چلتا ہے اس کو ضرور ایک نہ ایک دن اس کے اندر داخل کر دیا جائے گا ۔ جب سے دنیا بنی ہے ہر آدمی وا سطے کے ساتھ موت یہی سلوک کرتی آئی ہے ۔ ہم ہر روز اپنے اعزہ و اقرباء کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر قبرستان میں لے جاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کر دیتے ہیں لیکن ہمیں یہ کبھی بھی یقین نہیں آتا کہ ہم بھی کسی دن اسی طرح کندھوں پر اٹھائے جائیں گے کیا یہ موت ہمارے لئے نہیں لکھی ؟ —

یاد رکھو جس طرح اور اوروں کا ہم ذکر بیان کرتے رہتے ہیں اسی طرح ہمارے متعلق بھی دوسرے کہہ دیں گے کہ وہ بھی چل بسے اگر عمر نوح ؑ بھی کسی نے پائی تو پھر کیا ۔ آخر اس پل پر سے گزرنا ہی پڑے گا ۔ ہمارا ہر سانس ہماری زندگی کو کم کر رہا ہے اور موت کے نزدیک لے جا رہا ہے اور کوئی پتہ نہیں کہ حضرت عزرائیل ؑ کس وقت ہمارا دروازہ کھٹکھٹا دیں —

دنیا دل لگانے کی چیز نہیں ہے اور آخرت بھلانے کی چیز نہیں ہے دنیا ایک سرائے ہے جس میں تم ٹھہرے ہوئے ہو ہر وقت کوچ کے لئے تیار رہو ۔ اور اس آنے والی گھڑی کو ذرا سی دیر کے لئے بھی فراموش نہ کرو ۔ جس کا آنا قطعی اور یقینی ہے

موت کی یاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

أَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ

لذتوں کے توڑنے والی یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

جس کو یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ میرا انجام موت ہے اور جلد یا بدیر اس دارِ فانی سے رخصت ہونا ہے سو اگر وہ عقلمند ہے تو موت کے سوا کسی چیز کی بھی فکر نہ کرے گا اور ہر وقت دارِ آخرت کی تیاری کی فکر میں لگا رہے گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ اگر چرند موت کا حال جانتے جس طرح کہ تم جانتے ہو تو فربہ گوشت انسان کے کھانے میں نہ آتا

سب سے عقلمند اور کریم وہ ہے جو موت کو بہت یاد کرتا ہے اور زادِ آخرت حاصل کرنے میں زیادہ حریص ہے۔ موت کی یاد نفس کی تمام بیماریوں کا علاج ہے

حضرت ابراہیم تیمی رح فرماتے تھے کہ دو چیزوں نے دنیا کی راحت مجھ سے چھین لی ہے ایک موت کا ذکر اور دوسرے حق تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف

عمر بن عبد العزیزؒ ہر شب علماء کو جمع کر کے موت اور قیامت کا ذکر کیا کرتے تھے اور اتنا روتے تھے جیسا کہ میت کے سامنے لوگ روتے ہیں

اسود حبشی رح جب نماز شروع کرتے تھے تو پہلے ادھر ادھر دیکھ لیتے تھے لوگ پوچھتے حضرت آپ کیا دیکھ رہے ہیں فرماتے تھے کہ ملک الموت کا انتظار کر رہا ہوں کہ کس طرف سے آتے ہیں۔

موت کا یاد کرنا تین طرح پر ہے۔ ایک غافلوں کا یاد کرنا ہے جو دنیا کے لہو ولعب میں پوری طرح مشغول رہتے ہیں وہ موت کو یاد کر کے اس سے نفرت کرتے ہیں اور ان کا موت کو برا جاننا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دنیا کی لذتیں ہم سے چھوٹ جائیں گی اس لئے موت کی برائی بیان کرتے ہیں اس طرح سے موت کی یاد انہیں حق تعالیٰ سے اور بھی دور کر دیتی ہے۔

دوسرا طریقہ تائب کا موت کو یاد کرنا ہے تاکہ خوف اس پر غالب آجائے اور وہ اکثر توبہ میں مشغول رہے اور گزشتہ گناہوں کا تدارک کر سکے۔ توبہ کرنے والا موت سے نفرت نہیں کرتا مگر موت کے جلد آنے سے نفرت کرتا ہے کیونکہ موت کے جلدی آنے سے زادِ آخرت کے لئے پوری طرح تیاری نہ ہو سکے گی۔

تیسرا طریقہ عارف کا یاد کرنا ہے۔ وہ اس لئے موت کو یاد کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کے دیدار کا وعدہ مرنے کے بعد ہے اور وہ ہمیشہ اسی کی آرزو کرتا ہے اور اسی کا منتظر رہتا ہے۔ خدا کا ذکر اس کے دل پر غالب آجاتا ہے اور وہ ہر حالت میں ذکر خدا اور اس کی محبت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس کے نزدیک موت وحیات میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

اکثر لوگ موت کی یاد سے غافل ہیں دوسروں کی موت کو دیکھ کر بھی ان کے دل میں کوئی اثر نہیں ہوتا ان کے دل دنیا کے اشغال میں اس قدر محو ہیں کہ کبھی بھول کر بھی ان کے دل میں موت کا خیال ہی نہیں آتا۔ وہ تو یہ تصور کئے بیٹھے ہیں کہ ہم بہت دیر تک زندہ رہیں گے اور جب چاہیں گے آخرت کے لئے تیاری کر لیں گے

ذرا اپنے زمانے کے لوگوں کو جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں یاد کرو ان کی شکل وشباہت اور شان وشوکت کا تصور کرو وہ کس طرح دنیا میں عیش وعشرت سے زندگی بسر کرتے تھے اور وہ کس درجہ موت سے غافل تھے عین اس غفلت اور آخرت کی بے سروسامانی میں موت نے آکر ان کا گریبان پکڑا اور انہیں لے گئی اب ذرا سوچو کہ قبر میں ان کی صورت کیسی ہو گی۔ اعضاء ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہوں گے گوشت پوست آنکھ اور زبان میں کیڑے پڑ گئے ہوں گے اور ان کے وارث ان کا مال تقسیم کر کے مزے سے کھا رہے ہیں کیا تمہیں یقین نہیں آتا کہ ایک دن تمہارا بھی یہی حال ہو گا دوسروں کی موت سے عبرت حاصل کرو نیک بخت وہی ہے جو دوسروں کا حال دیکھ کر خبردار ہو جائے

اس کائنات کی گھڑی اپنے کیل اور پرزوں پر چل رہی ہے روزمرہ کے حوادث وتغیرات سے بند نہیں ہو سکتی اس کی تبدیلی کی خواہش بے فائدہ ہے اس میں نہ کبھی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہماری خاطر ہو گی۔ بابل اور نینوا کے عظیم الشان تمدن کو تباہ کرنے والے، ایران کو آگ لگانے والے اور دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں کو سرنگوں کرنے والے اپنی شان وشوکت کا مظاہرہ کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن ان کی بربادی کے ماتم میں کائنات کے ایک ذرہ نے بھی زحمت نہیں اٹھائی۔ آفتاب اسی طرح طلوع ہو رہا ہے جس طرح اس سے پہلے ہوتا تھا ستارے اسی طرح چمک رہے ہیں جس طرح پہلے چمکتے تھے انسان اپنے گھروں میں اور پرندے اپنے گھونسلوں میں اسی طرح اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں جس طرح آج سے پہلے کر رہے تھے۔ کسی کی موت وحیات سے اس کائنات کے کل اور پرزوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ البتہ ایک دنیا خود تمہارے اندر موجود ہے ان حوادث وانقلابات سے عبرت حاصل کرو اور اپنے اندر کی دنیا میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرو عقلمند وہ ہے جو دوسروں کے حالات کو دیکھ کر اپنی اصلاح کر لے۔ اور دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے زادِ آخرت تیار کر لے

بقیہ: ایک مفسر قرآن، ایک ولی زمان

کے وقار کو زخمی ہونے نہیں دیتا۔ کہتے ہے کہ نواب مظفر خان مرحوم نے اپنی بیٹی کی شادی کے موقع پر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو نکاح خوانی کے لئے مدعو کیا۔ چنانچہ رسم نکاح ادا ہوئی۔ حضرت نکاح خوانی کے بعد جو رخصت ہونے لگے۔ تو لڑکی کے ماموں سر سکندر حیات مرحوم ایک قیمتی دوشالے میں ایک سو ایک روپیہ ملفوف کر کے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ عظمت میں پیش ہوئے۔ لیکن حضرت لاہوری کی بے نیازی نے نہ صرف اس پیش کش کو ٹھکرا دیا بلکہ محفل طعام میں بھی شرکت سے انکار کر دیا۔

ایسے مفتیانِ دین اور امامانِ متین کے لئے یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے

لیکن اے میرے وطن عزیز کے دانشورو! ان فقیہوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جو ایسے لطیف موقعوں پر بھانڈوں کی طرح دھرنا مار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یقیناً میرے ان الفاظ میں شہد وانگبین کا رس نہیں بلکہ ایک ایسی تلخی و ترشی ہے جو لذت احساس کو بے مزہ کر دے لیکن کیا کروں اس کے سوا چارہ نہیں کیونکہ حقیقت سے فرار ممکن نہیں — یہی وہ خوبی ہے جو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مقام عظمت میں دو چند اضافہ کرتی ہے لیکن۔ ع

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

ضروری

چٹ پر سرخ نشان × چندہ کے ختم ہونے کی علامت ہے۔ سرخ نشان دیکھ کر جلد چندہ بھیجئے (ادارہ)

اسلام کا نظام سیاست و معیشت

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری!

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

انسان کی اجتماعی زندگی تین شعبوں کے ماتحت منظم، شیرازہ بند اور استوار و مکمل ہوتی ہے —

(۱) نظام سلطنت (۲) نظام معیشت (۳) تدبیر منزل (نظام عائلی)

سچی انسانیت، حقیقی مدنیت اور صحیح اجتماعیت کسی نظام حکومت کے بغیر ناممکن ہے اچھی اور کامیاب زندگی، نظام حکومت کے بغیر میسر ہی نہیں آسکتی اور نہ انسان امن و راحت ہی حاصل کر سکتا ہے۔ اسی بنیاد پر آنحضرتؐ نے وحشی عربوں کو پہلے خدا پرست اور با اخلاق انسان بنایا ان کو پاکیزہ زندگی بخشی اور ان کو اس قابل بنایا کہ دنیا کو خدا کی حکومت و بادشاہت کا نقشہ دکھلائیں اور انسانوں کو بتلائیں کہ اگر دنیا میں امن و سکون، راحت و آرام، اور ترقی و کامیابی چاہتے ہو تو انسانوں کی حکومتیں مٹا کر اللہ کی حکومت و بادشاہی قائم کر دو دنیا کی تمام خرابیوں، بیماریوں، گمراہیوں اور بربادیوں کا بس یہی ایک علاج ہے

عربوں کی یہاں امارت و سیادت میں کوئی اعلیٰ اخلاقی اصول اور معیار انتخاب تو تھے نہیں، صرف کبرسنی اور بزرگی کا اصول موجود تھا یعنی اپنے میں سے اس شخص کو اپنا رئیس و سردار منتخب کرتے جو ان میں عمر میں سب سے بڑا اور بزرگ ہوتا گویا اس بات میں وہ آج کل کی ترقی یافتہ اور متمدن قوموں سے زیادہ بہتر معیار انتخاب رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں تو دنیا کی قومیں اپنے اندر سے چھانٹ چھانٹ کر ایسے لوگوں کو اپنا لیڈر اور قائد بناتی ہیں جو اعلیٰ درجہ کا مکار، فریبی دھوکہ باز، جھوٹا، عیاش اور بدکار ہو، مگر اپنی قوم کے مفاد کے لئے دوسری قوموں کو دھوکہ دے کر اپنی قوم کو ان سے آگے لے جائے۔ آج کل امتیاز انتخاب صرف یہ ہے کہ اپنی قوم کے مفاد کا پجاری کون ہے؟

اس سے کوئی بحث نہیں ہوتی کہ وہ کس سیرت و کردار کا آدمی ہے اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ وحشی عرب آج کل کی ترقی یافتہ اور متمدن قوموں سے ہزار درجہ بہتر اور با اصول تھے —

یہی وحشی عرب ہیں جن کے سامنے رسولِ مقبولؐ نے اسلام کا نظامِ سیاست و معیشت رکھا۔

حکومت الٰہیہ کا خاکہ

(۱) بادشاہ۔ انسانوں کا بادشاہ صرف اللہ ہے اس لئے کہ اس نے دنیا اور انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ خلق اور امر یعنی پیدا کرنا اور حکم دینا اللہ ہی کا کام ہے۔ انسان خالق نہیں اس لئے وہ آمر اور حاکم بھی نہیں ہو سکتا۔ قانون سازی بھی خدا تعالےٰ کا مخصوص حق ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا

اب یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ بادشاہی کسے کہتے ہیں؟ سو جان لیجئے کہ انسانوں کے حقوق مقرر کرنا، ان کے لئے تابعداری و فرمانبرداری کے مراسم و طریقے تجویز کرنا (جس کو عبادت کہا جاتا ہے) اور انسانی تصرفات کی حد بندی کرنا اس کو بادشاہت کہتے ہیں یہ خدا تعالےٰ کا مخصوص حق ہے اس چیز کو خدا تعالےٰ نے یوں پیش کیا ہے۔

(۱) اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (پ ۸ ع ۱۴)

ترجمہ! خلق اور امر کا وہی مالک ہے

(۲) اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ پ ۱۲ ع ۱۵

ترجمہ! حکومت کا حق تو صرف خدا ہی کے لئے ہے۔

(۳) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا (پ ۱۵ ع ۱۲)

ترجمہ! اور کہہ ساری تعریفیں اللہ ہی کے ہیں جو نہ تو اولاد رکھتا ہے، اور نہ اس کی فرمانروائی میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کوئی ایسا ہے۔

جو کوئی فیصلہ نہ کرے اللہ کے حکم کے مطابق

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پ ۶ ع ۱۱ - هُمُ الْفٰسِقُوْنَ پ ۶ ع ۱۱ - هُمُ الْكٰفِرُوْنَ پ ۶ ع ۱۱)

وہ ظالم ہیں۔ وہ فاسق ہیں۔ وہ کافر ہیں —

مطلب یہ کہ قوانین خداوندی انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ مختلف زمانوں اور مختلف اقوام کو وقتاً فوقتاً ملتے رہے لیکن انسان ان قوانین کی پیروی سے بغاوت و انحراف کرتے رہے۔ ان میں اپنی خواہشات کے مطابق تغیر و تبدل کرتے رہے اور وہ زمینی و آسمانی حادثوں سے محفوظ نہیں رہ سکے اب ان کا آخری مکمل اور ناقابل رد و بدل ایڈیشن قرآن مبین کی صورت میں انسان کو دے دیا گیا اس کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند عالم نے لیا ہے اس میں قیامت تک کسی قسم کا رد و بدل اور تحریف و الحاق نہ ہو سکے گا۔ اس کتاب کے نزول اور حفاظت کی غرض و غایت یہ ہے کہ نظام حکومت اسی ضابطۂ خداوندی کے ماتحت قائم ہو۔ قرآن پر ایمان لانے والے زندگی کے معاملات و مسائل کا فیصلہ انہی قوانین کے مطابق کریں اور انہی کی پیروی کی طرف تمام انسانوں کو بلائیں۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ (پ ۶ ع ۱۱)

ترجمہ! اے رسول! ہم نے آپ حق کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے جو ان تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پیشتر دنیا کو مل چکی ہیں اور یہ ان کے مضامین کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے پس اس ضابطۂ خداوندی کے مطابق لوگوں میں نظام حکومت قائم کرو، فیصلے کرو اور لوگوں کے خیالات کی پیروی مت کرو ورنہ وہ اس راستہ سے ہٹا دیں گے جو تمہیں حق و صداقت کے ساتھ دیا گیا ہے۔

یعنی آپ اور آپ کی امت صرف اسی صورت میں حق و صداقت پر قائم رہ سکتی ہے جبکہ وہ قرآن کے مطابق نظام حکومت قائم کرتے اور انسانوں کے افکار و خیالات کی پیروی نہ کرے جہاں اس نے قوانین خداوندی کی پیروی ترک کر کے انسانوں کے خیالات کی پیروی کی اور وہ اسلام

کی راہ سے ہٹی۔

آج دنیا کے مسلمان اسلامی نظامِ حکومت سے اسی لئے محروم ہیں کہ انہوں نے اس کے قیام کی اجتماعی طور پر کوشش ہی نہیں کی اور غیر اسلامی نظامہائے حکومت کے ماتحت زندگیاں گزارنا اور کفار و مشرکین کے افکار و خیالات کی پیروی کرنا سیکھ لیا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ امتِ مسلمہ تمام دنیا کے گوشوں میں موجود ہے مگر خالص اسلامی نظامِ حکومت کہیں بھی موجود نہیں مسلمان اسی لئے ایمان کی قوتوں، اخلاق کی پاکیزگیوں، اسلام کی فائز المرامیوں اعمال صالحہ کی برکتوں اور خدا تعالےٰ کی نصرتوں محروم ہیں۔ جہاں بھی ہیں کفار و مشرکین کے رحم و کرم سے جی رہے ہیں اور اسلام سے مقدس مشن پر بدنامی کا داغ ہیں۔

(۲) قانون:۔ آپ نے دیکھ لیا کہ اسلام میں حکومت و فرمانروائی اللہ کی ہے اور قانون بھی اللہ ہی کا ہے اس اعتبار سے مسلمان دنیا کی قوموں میں سب سے الگ اور جداگانہ مسلک و نظریہ کے حامل ہیں دنیا کی کسی قوم کے پاس صرف اللہ کی حاکمیت اور قانون سازی کا تصور و اعتقاد اور ضابطۂ خداوندی موجود نہیں یہ دوسری بات ہے کہ مسلمان عملاً اس چیز سے محروم ہیں

اسلام میں قانون، احکام کے اس مجموعہ کو کہا جاتا ہے جو خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ نے خدا کی طرف سے انسانوں کو پہنچایا جو دنیا میں قرآن کی صورت میں اصولی حیثیت سے اور احادیث میں تفصیلی حیثیت سے موجود ہے اور امتِ محمدیہ کے لئے خصوصاً اور نسلِ انسانی کے لئے عموماً خداوند عالم کی طرف سے یہ اعلان ہے

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (پ۲۸ ع ۴)

ترجمہ! رسول جو کچھ دیتا ہے اس کو لے لو۔ اور جس چیز سے روکتا ہے اس سے رُک جاؤ۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ (پ۲۷ ع ۵)

ترجمہ! اور وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا ہے یہ قرآن صرف وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

یعنی آپ کی رسالت اور ہدایت اس لئے انسانوں کے لئے یقینی خطا سے پاک، لائق پیروی اور قابل اعتماد ہے کہ آپ انسانوں کو جس چیز کی طرف بلا رہے ہیں جو ہدایت دے رہے ہیں اور جو نظامِ سیاست و معیشت قائم کرنا چاہتے ہیں اس میں آپ کی خواہش نفس کو مطلق دخل نہیں وہ دراصل خدا کی وحی ہے جو انسانوں تک پہنچاتے ہیں اور وہی کچھ کہتے اور کرتے ہیں جس کا خدا تعالےٰ کی طرف سے حکم ہو اور آپ جو کچھ دین کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے

پس دنیا میں اسلام کا قانون ہی ایک ایسا قانون ہے جو انسانوں کا بنایا ہوا نہیں جو انسانوں کی ہوا و ہوس سے بالکل پاک ہے اور جو تمام بنی نوعِ انسان کے لئے یکساں بہتری کا ضامن حقوق کا محافظ اور امن کا ذمہ دار ہے یہ بات صرف خدائے کائنات کے مرتب فرمودہ قوانین ہی سے میسر آسکتی ہے کیونکہ رب العالمین تمام نوعِ انسانی کا یکساں پروردگار ہے اس کو کسی ایک انسان یا کسی خاص جماعت یا کسی خاص قوم یا خاص ملک سے کوئی خاص تعلق اور لگاؤ نہیں وہ سب انسانوں کی فلاح و بہبود اور نجات و کامرانی چاہتا ہے اسے کسی کی رعایت نہیں نہ کسی کی مخالفت و دشمنی وہ جذبات و میلانات سے مبرا و منزہ ہے اس کے مقرر کردہ قوانین میں کسی خاص سمت جھکاؤ نہیں اس کا ہر معاملہ اصول پر مبنی ہے اور اس کا ہر فیصلہ ایک خاص قاعدے اور قانون کے ماتحت ہوتا ہے ظاہر ہے کہ انسان خواہ کتنے ہی نیک نیت مخلص، ہمدرد اور گہری نظر کے مالک ہوں ان کے وضع کردہ قوانین کو ان باتوں میں سے کوئی بات بھی حاصل نہیں ہوسکتی لامحالہ ان کا میلان اپنی ذاتی یا اپنے خاندان یا اپنی قوم اور یا اپنے ملک کی طرف ضرور ہوگا اور وہ اپنے امتیازات کے چور دروازے ضرور رکھیں گے اور وہ یقیناً کسی نہ کسی کے ساتھ رعایت برتیں گے۔

اسی اسلامی نقطۂ نظر سے قانون سازی کا حق صرف خدا تعالےٰ کو حاصل ہے اس میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہوسکتا، اسلام نے یہ حق تو نبیوں تک کو نہیں دیا جو خدا کے پیارے انسانوں کے سب سے زیادہ شفیق و ہمدرد اور معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔

۳۔ صدرِ اعظم

باری تعالےٰ عز اسمہٗ کی طرف سے جتنے نبی بھی آئے وہ قانونِ الٰہی پہنچانے والے، اس کی طرف لوگوں کو بلانے والے، اس کو جاری کرنے والے اور اس پر عمل کرکے دکھانے والے تھے انہیں اپنی طرف سے کوئی قانون بنانے اور اپنی عقل پر دنیا کو چلانے کا کوئی حق نہ تھا سب کے آخر میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس خدمت پر مامور و منتخب کیا گیا اور آج کل کی اصطلاح کے مطابق آپ سلطنت الٰہی کے صدرِ اعظم ٹھہرے۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ (پ۲۲ ع ۳)

ترجمہ! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر اور داعی بناکر بھیجا ہے۔ آپ اللہ کے اذن سے انسانوں کو اللہ کی طرف بلائیں۔

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ (پ۴ ع ۴)

ترجمہ! (اے نبی) آپ کو امر کا کچھ حق حاصل نہیں۔

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ (پ۶ ع ۱۴)

ترجمہ! آپ کا کام یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر نازل ہو۔ وہ لوگوں تک پہنچادیجئے رسول کریم کو تاکیدی حکم دیا گیا تھا کہ آپ اپنے بشر ہونے کا صاف صاف اعلان کردیں تاکہ آپ کے بعد آپ کی امت کے لوگ دوسری مشرک قوموں سے مل کر آپ کو الوہیت سے متصف نہ کرنے لگیں۔ اور اسی طرح گمراہ نہ ہو جائیں۔ جس طرح دوسری قومیں گمراہ ہوچکیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۝ (پ۱۶ ع ۳)

ترجمہ! آپ کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی خدا ہے۔

اسی اعلان نے ان تمام فاسد عقائد کا دروازہ بند کردیا جنہوں نے انسانوں کو شرک و بدعت میں مبتلا کر رکھا تھا اور صاف صاف بتلا دیا کہ قانونِ الٰہی میں تغیر و تبدل کرنے یا قانون بنانے کا حق صدرِ اعظم کو بھی حاصل نہیں ہے

(۴) حدودِ سلطنت

سلطنت الٰہی کی حد بندی حدِ امکان سے خارج ہے اس لئے کہ قرآن پاک کا اعلان ہے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ (پ۲۹ ع ۱۵)

ترجمہ! اور نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو کوئی۔ مگر صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

عقیدہ کی حد یہی ہے کہ تمام کائنات ارضی و سماوی سلطنت الٰہی کی حدود میں شامل ہے۔ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔ وہی ہر چیز کا خالق ہے۔ یعنی جو چیز بھی مخلوق ہے وہ حدودِ سلطنت میں داخل ہے۔ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ وہ تمام جہانوں کا رب ہے اس لئے لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت کا حق اللہ ہی کو حاصل ہے۔

(باقی آئندہ)

مسیحی اعتراضات کے جوابات

مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر

اعتراض

قرآن نے یسوع مسیح کو روحٌ منہ یعنی روح اللہ" کہا ہے اس سے ثابت ہوا کہ یسوع مسیح کی روح خدا کی روح تھی اس لئے مسیح میں الوہیت تھی۔

جواب

عیسائی پادری اور عیسائی مصنفین "روحٌ منہُ سے الوہیت مسیح علیہ السلام کا غلط استدلال تو کرتے ہیں لیکن پوری آیت نقل نہیں کرتے کیونکہ اس آیت میں "الوہیت مسیح" کی تردید کے زبردست دلائل ہیں باری تعالےٰ کا ارشاد ہے :—

یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ ط اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ ج اَلْقٰھَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ ط اِنْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا

ترجمہ! اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو اور اللہ تعالےٰ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔ مسیح عیسےٰ ابن مریم اللہ تعالےٰ کا ایک رسول ہی ہے اور اس کا کلمہ جس کو اس نے مریم تک پہنچا دیا تھا اور ایک روح ہے اس کی طرف سے پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس سے باز آجاؤ تمہارے لئے بہتر ہے اللہ صرف ایک ہی معبود ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا بیٹا ہو جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اللہ تعالےٰ ہی کافی کارساز ہے۔ (پ النسآء ۴ ع۱۷۱)

اس آیت مبارکہ میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں :—

(۱) اے اہل کتاب عیسائیو! اپنے دین میں غلو نہ کرو"—— معلوم ہوا کہ عیسائی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے رتبہ و شان کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرتے اللہ تعالےٰ کے ایک رسول کو انہوں نے مبالغۃً خدا بنا دیا

(۲) "اللہ تعالےٰ کے متعلق صحیح بات کہو"—— اس سے ثابت ہوا کہ عیسائی اللہ تعالیٰ کی طرف غلط باتیں منسوب کرتے ہیں۔

(۳) "عیسےٰ ابن مریم اللہ کے رسول ہیں"—— رسول مخلوق ہوتا ہے اس لئے حضرت مسیح مخلوق تھے خالق نہ تھے

(۴) "ابن مریم"—— جو ماں سے پیدا ہوا وہ حادث ہے اور حادث خدا نہیں ہوسکتا۔

(۵) "تین خدا مت کہو"—— عیسائی لطور خدا میں تین اقنوم خدا باپ، خدا بیٹا، اور خدا روح القدس مانتے ہیں۔ تینوں میں امتیاز حقیقی سمجھتے ہیں اس تثلیث سے منع فرمایا کیونکہ شرک وکفر ہے۔

(۶) "اللہ ہی ایک معبود ہے"—— ذات باری میں کثرت نہیں، تعدد نہیں نہ اعتباری نہ خارجی۔ وہ یکتا ہے نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اس کی کسی صفت میں کوئی حصہ دار ہے

(۷) "وہ اس سے منزہ و پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو"—— اللہ تعالےٰ کو بیٹے کی ضرورت نہیں کیونکہ اولاد کی ضرورت اُسے ہوتی ہے جس پر موت اور فنا آتی ہو تاکہ اس کی نسل باقی رہے جیسے انسان اور حیوانات کی اولاد نہ ہو تو ان کی نسل ختم ہو جائے، پہاڑ، سورج اور چاند وغیرہ کو اولاد کی ضرورت نہیں کیونکہ قیامت سے پہلے ان چیزوں نے فنا نہیں ہونا۔ اللہ تعالےٰ موت و فنا سے مبرا ہے اس لئے اُسے بیٹے کی ضرورت نہیں۔ بیٹے کو باپ سے مماثلت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی مثیل نہیں

(۸) "جو آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کی ملک ہے"—— وہ اکیلا خالق و مالک ہے تمام چیزیں اس کی مخلوق و مملوک ہیں کیسی مخلوق کو خالق کے ساتھ ہمسری کی نسبت نہیں تو حضرت مسیح علیہ السلام الوہیت کے حصہ دار اور ساجھی کیسے ہو سکتے ہیں —

(۹) "اللہ تعالےٰ ہی کارساز ہے"—— اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق کی کفالت، حاجت روائی اور کارسازی کے لئے خود کافی ہے مخلوق کا انتظام کرنے کے لئے وہ کسی کی اعانت کا محتاج نہیں کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے "رُوْحٌ مِّنْہُ" کا معنی ہے اللہ تعالےٰ کی مخلوق روح — حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ

(پ۱۴ الحجر ۱۵ : ۲۹)

میں (اللہ) آدم میں اپنی روح پھونک دوں اگر رُوْحٌ مِّنْہُ کی وجہ سے مسیح علیہ السلام خدا ہیں تو عیسائی آدم علیہ السلام کو کیوں خدا نہیں کہتے کیونکہ ان میں بھی اللہ تعالےٰ کی روح نفخ کی گئی تھی؟ اس معیار پر تو جبریل علیہ السلام بھی خدا ہوں گے کیونکہ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :—

فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا (پ۱۶ مریم ۱۹ ع۱۷)

پھر بھیجا ہم نے اس (مریم) کے پاس اپنا روح (جبریل)، پس وہ اس کے پاس انسانِ کامل کی شکل میں آیا۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے جبریل علیہ السلام کو "رُوْحَنَا" "اپنا روح" فرمایا ہے کیا "روح اللہ" ہونے کی وجہ سے جبریل بھی خدا ہوگئے؟ (نعوذ باللہ من ذالک)

عربی بائیبل کتاب حزقیل باب ۳۷ درس ۱۴ میں ان لوگوں کے متعلق جو ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکالے گئے تھے اور ان کو مار دیا گیا تھا اور پھر خدا نے انہیں زندہ کیا ان کے زندہ کرنے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے

— "وَاَعْطَیْتُ رُوْحِیْ فِیْکُمْ"

(العہد العتیق مطبوعہ ۱۸۶۷ء صفحہ ۳۱۶)

ان الفاظ کا اردو بائیبل میں ترجمہ کیا ہے —— "اور میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا اور تم جیو گے"۔ (حزقیل باب ۳۷ درس ۱۴)

جب بقول بائیبل ان ہزاروں مُردوں میں "خدا نے اپنی روح ڈالی" تو کیا وہ سب خدا ہوگئے؟

بائیبل میں "روح اللہ" اور "خدا کی روح" ایسے الفاظ متعدد مرتبہ انسانوں کے لئے استعمال ہوئے ہیں ان میں سے چند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) "خدا وند کا ہاتھ مجھ پر تھا اور اس

نے مجھے خداوند کی روح میں اٹھا لیا"

(حزقی ایل باب ۳۷ درس ۱)

(۲) "اور موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا دیکھو کہ خداوند تعالےٰ نے بضلی ایل بن اوری بن حور کو جو یہوداہ کے فرقے میں ہے نام بنام بلایا ہے اور اس نے اُسے حکمت اور فہم اور دانش اور سب کاریگروں میں روح اللہ سے معمور کیا"۔ (خروج باب ۳۵ درس ۳۰، ۳۱)

(۳) "اور میں نے اس کو حکمت اور فہمید اور علم اور ہر طرح کی ہنرمندی میں روح اللہ سے بھر دیا (خروج باب ۳۱ درس ۳)

(۴) "خداوند کی روح مجھ پر ہے"

(یسعیاہ باب ۶۱ درس ۱)

(۵) "اور اپنی روح سے یعنی اپنے نبیوں کی معرفت سے انہیں سمجھاتا رہا"

(نحمیاہ باب ۹ درس ۳۰)

حقیقت یہ ہے کہ نسبت اور اضافت کئی قسم کی ہوتی ہے

(۱) جز کی کل کی طرف جیسے میرا ہاتھ یا چاندی کی انگوٹھی یا ہاتھی کا دانت

(۲) مملوک کی مالک کی طرف جیسے زید کا گھوڑا یا میرا مکان

(۳) مصنوع کی صانع کی طرف جیسے فورڈ کی موٹر یا راجرس کا چاقو

(۴) مخلوق کی خالق کی طرف جیسے اللہ کی زمین یا اللہ کی روح

(۵) کبھی اضافت شرف و مجد کے لئے ہوتی ہے جیسے بیت اللہ یا ناقۃ اللہ

پس روح اللہ میں روح کی اضافت اللہ تعالےٰ کی طرف جز کی کل کی طرف اضافت نہیں کیونکہ اس سے اللہ تعالےٰ کا ذی اجزاء ہونا لازم آئے گا اس لئے وہ مرکب ہوگا اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے اور حادث خدا نہیں ہوسکتا۔

رُوْحٌ مِّنْهُ یا نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ میں روح کا انتساب اللہ تعالیٰ کی طرف محض اس کے شرف و عظمت کے لئے ہے اور اس شرف و مجد میں ہر فرد بشر شامل ہے اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی تخصیص نہیں۔ روح اللہ میں اضافت تشریفی ہے یا مخلوق کی اضافت خالق کی طرف ہے یعنی اللہ تعالےٰ کی پیدا کردہ روح — قرآن حکیم نے تو تمام نسل انسانی کے متعلق فرمایا:۔

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (پ ۲۱ السجدہ ۳۲ ع ۹ تا ۷)

اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر اس کی نسل ایک خلاصہ سے ٹھہرائی جو کمزور پانی ہے پھر اُسے ٹھیک بنایا پھر پھونکی اس میں اپنی ایک روح اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

عیسائیوں کو فخر ہے کہ قرآن حکیم میں حضرت مسیح علیہ السلام کو رُوْحٌ مِّنْهُ کہا گیا ہے اس آیت میں ہر انسان میں روح اللہ (اللہ کی مخلوق روح) نفخ کرنے کا ذکر ہے

قرآن حکیم کے اسلوب بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو "رُوْحٌ مِّنْهُ" اس لئے فرمایا کہ یہودی حضرت مسیحؑ کی پیدائش بے باپ پر بدترین پیرا اعتراضات کرتے تھے اور حضرت مریم پر ناروا الزام لگاتے تھے اللہ تعالےٰ نے حضرت مریم کی پاک دامنی کی شہادت دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح ہم نے ارواح بغیر مادہ محض اپنے امر و حکم سے پیدا کئے اسی طرح مسیح علیہ السلام کو بغیر باپ محض اپنے امر و حکم سے مریم صدیقہ کے شکم مبارک میں اپنی مخلوق روح پھونک کر پیدا کر دیا۔

معاذ اللہ "روح اللہ" کہنے سے اگر کوئی خدا ہو جاتا ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام ہی نہیں قرآن مجید اور بائیبل کے متذکرہ بالا حوالہ جات کے پیش نظر تمام انسان خدا ہوں گے کیونکہ تمام نسل انسانی میں روح اللہ نفخ کرنے کا ذکر ہے۔

بقیہ:۔ اداریہ ص۳ سے آگے

سیدنا حسین رضؓ کے اس طرز عمل سے ہم کو سبق ملا کہ جنگ اگر صداقت پر مبنی ہو تو اس کے لئے قوت اور طاقت کا توازن ضروری نہیں ظاہر پرستوں کے نزدیک اس جنگ میں یزیدی لشکر کی فتح ہوئی اور حضرت حسینؓ کو شکست مگر یہ خیال ہمارے نزدیک غلط ہے درحقیقت اس معرکہ میں بھی فتح حق ہی کی ہوئی اگرچہ اس میں شک نہیں کہ حضرت حسین رضؓ شہید ہوئے اور ان کے بچوں کو پانی بھی نہ مل سکا ان کے تمام اعزاء رفقاء ایک ایک کرکے خاک و خون میں تڑپے خود ان کا سر بھی اتارا گیا لیکن پھر بھی میں کہتا ہوں کہ ہاں ہم وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ اور خون حسین رضؓ کے ان قطرات نے جو خاص سرزمین کربلا میں گرے تھے بنی امیہ کی اس ظالمانہ اور جابرانہ حکومت کے خلاف کل عالم اسلامی میں نفرت و حقارت کا ایک عام جذبہ پیدا کر دیا جو کسی تدبیر سے نہ دبایا جا سکا۔ یہاں تک کہ ۷۰ برس کے بعد بے گناہوں کا خون رنگ لایا اور بنی امیہ کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ قدرت نے کس طرح ظالموں سے انتقام لیا

سطحی نظر رکھنے والے اگرچہ اس کو ابراہیم عباسی کی دعوت اور ابو مسلم خراسانی کی خفیہ ریشہ دوانیوں کا نتیجہ کہیں لیکن حقیقت شناس جانتے ہیں کہ بے شک یہ سب کچھ بے گناہوں کے اس خون کی کرامت تھی جو فرات کے کنارے بہایا گیا تھا یہ تو ظاہری فتح تھی جس کے نتائج ستر برس کے بعد ظاہر ہوئے ورنہ ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ مظلوم کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اپنی معنوی اور اصلی کامیابی حاصل کر لیتا ہے پھر کیا ہم کو یہ سبق نہیں ملا کہ کامیابی اور فتحمندی کا سہرا ہمیشہ حق پرستوں ہی کے سر پر رہتا ہے۔

حق تعالےٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ شہادت حسینی کی حقیقت کو سمجھیں اور اپنی جہالت و نادانی سے ایسے کام ترک کر دیں جن سے شہداء کربلا رضی اللہ عنہم اجمعین کی روحوں کو اذیت پہنچے۔

(مولانا محمد منظور نعمانی)

چند ضروری باتیں

(۱) ایجنٹ حضرات کی طرف سے بلوں کی ادائیگی میں تاخیر ادارہ کے لئے مشکلات کا باعث بنتی ہے اس کار خیر کو باقاعدہ جاری رکھنے کے لئے قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات کا تعاون بہت ضروری ہے

(۲) جملہ بلوں کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر یا بنک ڈرافٹ بنام مینیجر ہفت روزہ خدام الدین لاہور کی جائے ادارہ کے کسی کارکن کے نام دفتری رقوم نہ بھیجیں جائیں۔

(۳) خط و کتابت کرتے وقت اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر اور ضروری تفصیل خوشخط لکھی جائے۔

(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی لفافہ یا ٹکٹ ڈاک روانہ کریں۔

(۵) انجمن کی مطبوعات منگوانے کے لئے وی پی کی فرمائش نہ کریں کل رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ کریں —

(۶) ۳۲ رسائل کا سیٹ زیر طبع ہے تا اطلاع ثانی فرمائش نہ بھیجیں۔



حضرت علیؓ کے فیصلے

محمد امین بورسٹل جیل لاہور

"لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ، اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ"

کسی کو بچھاڑنا بہادری نہیں بلکہ بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت طبیعت پر قابو پالے

امیر المومنین حضرت علیؓ کی شجاعت کے کارنامے آپ گزشتہ ایک اشاعت میں پڑھ چکے ہیں آج ہم آپ کو ان کے وہ فیصلے پیش کرتے ہیں جو آپ کی بلند حوصلگی علمی فضیلت اور فقہی بصیرت پر دلیل ہیں۔

ایک جنگ میں آپ نے ایک یہودی کو زیر کیا اور اس کا سر کاٹنے کے لئے اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے مگر یہودی نے آپ کے منہ پر تھوک دیا تو آپ جھٹ یہودی کی چھاتی سے اتر آئے

سبحان اللہ! حضرت علیؓ کو اپنی طبیعت پر کتنا قابو حاصل تھا کہ غصہ کھا کر بھی جلدی سر کاٹنے کی بجائے نیچے اتر آئے

یہودی نے پوچھا آپ تو میرا سر قلم کرنے والے تھے پھر چھوڑ کیوں دیا۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے لئے جنگ لڑی اور اس کی خوشنودی کے لئے تیرا سر قلم کرنا تھا۔ مگر تو نے میرے منہ پر تھوک کر میرا ذاتی رنج شامل کر دیا اس لئے میں اتر آیا کیونکہ مسلمان اپنی ذات کے لئے بدلہ نہیں لیتا بلکہ محض خدا کی رضا چاہتا ہے اور اسی لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا—

یہودی یہ سن کر پکار اٹھا کہ جس دین میں ذاتی اغراض شامل نہ ہوں وہ واقعی پاک دین ہے لہٰذا مجھے بھی مسلمان کریں چنانچہ وہ یہودی آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ ایک طرف وہ بہادری ہے کہ ہر جنگ میں فتح حاصل ہوتی ہے اور دوسری طرف یہ اخلاقی جرأت کہ دشمن پر قابو پاکر بھی جنگ میں ذاتی انتقام گوارا نہیں۔

(۲) خلافت کے زمانہ میں ایک جنگ کے موقعہ پر آپ کی زرہ گم گئی اور تلاش کے باوجود نہ ملی۔ واپسی پر وہی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی تو آپ نے پوچھا کہ یہ زرہ میری ہے تیرے پاس کیسے آگئی یہودی نے کہا یہ زرہ میری ہے آپ نے قاضی کی طرف رجوع کیا، قاضی نے بیان سنکر امیر المومنین کو گواہ پیش کرنے کو کہا۔ آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضؓ اور غلام قنبرؓ کے نام لئے۔ قاضی نے جواب دیا کہ بیٹا باپ کے حق میں اور غلام آقا کے حق میں گواہی نہیں دے سکتا اس پر یہودی چونکا اور کہا جس دین میں حاکم اور محکوم کا امتیاز نہ ہو اور حق و انصاف میں مساوات برتی جائے وہ دین سچا ہے یہ کہا اور مسلمان ہو گیا۔ قربان جایئے۔

(۳) ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک زانیہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا حضرت علیؓ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا جو کچھ عورت کے پیٹ میں ہے اس کے قتل کا ذمہ دار کون ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے تا ولادت حکم لوٹا دیا اور فرمایا—

"لو کان علیؓ لھلک عمرؓ"

اگر حضرت علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا

۴۔ ایک دفعہ آپ کہیں خچر پر سوار جا رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا آپ کا...... غلام پیچھے دور آ رہا تھا اس لئے آپ نے خچر ایک آدمی کو تھمایا اور نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لے گئے مسجد سے نکلے تو آپ نے دو درہم نکالے تاکہ اس آدمی کو مزدوری دیں جس نے خچر تھامی تھی مگر باہر دیکھا تو نہ وہ آدمی ہے نہ خچر۔ اتنے میں آپ کا غلام بھی آپ سے آملا۔ اور تلاش کے بعد خچر دیکھا تو بغیر لگام کے ایک جگہ چر رہا تھا۔ حضرت علی رضؓ نے وہی دو درہم غلام کو دیئے تاکہ نئی لگام خرید لائے۔ غلام بازار گیا۔ تو وہی اصل لگام دو درہم میں خرید لایا، جو مزدور اتار کر بازار بیچ گیا تھا۔ آپ نے دیکھا اور فرمایا کہ اگر صبر کرتا تو بھی دو ہی درہم ملتے مگر اس کی بے صبری نے حلال کو حرام کر دیا۔ کیونکہ چوری کی لگام بھی دو ہی درہم میں بکی حالانکہ میں اُسے دو درہم اجرت دینے والا تھا۔

(۵) آپ کے زمانہ خلافت کا واقعہ ہے کہ دو مسافر اکٹھے سفر کر رہے تھے جب وہ ایک جگہ کھانا کھانے لگے تو دیکھا کہ ایک کے پاس ۵ روٹیاں ہیں اور دوسرے کے پاس ۳ روٹیاں اتنے میں ایک تیسرا مسافر بھی آملا اور تینوں مل کر آٹھ روٹیاں کھا گئے کھانا کھانے کے بعد تیسرے مسافر نے ۸ درہم بطور کھانے کی قیمت ادا کئے

اب دونوں مسافر آپس میں درہم بانٹنے پر جھگڑ پڑے۔ ۵ روٹی والا مسافر کہتا کہ مجھے پانچ درہم اور دوسرے کو ۳ درہم ملنے چاہئیں۔ مگر ۳ روٹی والا کہتا کہ میں آدھے پیسے یعنی ۴ درہم کا حقدار ہوں۔ چنانچہ معاملہ نے طول پکڑا تو حضرت علیؓ کے دربار میں فیصلے کے لئے پہنچے تو آپ نے ۳ روٹی والے کو کہا کہ بہتر ہے کہ تم ۳ درہم لے لو اور ۵ درہم دوسرے کو دے دو۔ مگر وہ نہ مانا آخر آپ نے فیصلہ دیا جو نہایت ہی دلچسپ اور آپ کی فہم و فراست پر دلیل ہے آپ نے فرمایا۔ اچھا بھئی آپ کتنے مسافر تھے۔

جواب :- تین

سوال :- کتنی روٹیاں تھیں

جواب :- آٹھ

سوال :- کیا سب نے برابر برابر کھایا

جواب :- جی ہاں

پھر آپؓ نے فرمایا اچھا اگر سب نے برابر کھایا تو آٹھ روٹیوں کے فی روٹی تین تین کے حساب سے کتنے ٹکڑے ہوئے۔

جواب :- چوبیس ۲۴ ٹکڑے

سوال :- ہر ایک نے کتنے کتنے ٹکڑے کھائے

جواب :- آٹھ آٹھ

سوال :- اچھا پانچ روٹی والے کے کتنے ٹکڑے بنے

جواب :- پندرہ ۱۵

سوال :- اس نے خود کتنے کھائے

جواب :- آٹھ

سوال :- اور تیسرے مسافر کو کتنے کھلائے

جواب :- ۱۵ - ۸ = ۷

سوال :- اور تین روٹی والے کے کتنے ٹکڑے بنے

جواب :- نو ۹

سوال :- اس نے خود کتنے کھائے جواب ۸ اور تیسرے مسافر کو کتنے کھلائے جواب :- ایک۔ بس ۷ اور ایک کی نسبت سے ۸ درہم کو بانٹ لو اور اس طرح تین روٹی والے کے حصے میں صرف ایک ہی درہم آیا اور اسے شرمندہ ہو کر بھی وہی لینا پڑا اور ۵ روٹی والے کو سات درہم ملے۔

یہ عربی کی مشہور رباعی آپ ہی کی ہے جو آپ نے علم فکر کے حق میں مرقوم فرمائی۔ ؎

رضینا قسمۃ الجبار فینا • لنا علم وللاعداء مال

(بقیہ سورۃ الصف)

برطانیہ کی سب سے بڑی قباحت

ہمیں یورپ میں انقلابی جماعتوں کے دیکھنے کا موقعہ ملا - وہ لوگ جنگ کے بغیر انقلاب کا تخیل ہی نہیں رکھتے - گاندھی جی نے جو پروپیگنڈا شروع کیا وہ اسے نہیں مانتے ان کے ہاں انقلاب کے ساتھ ملٹرزم (Militarism) شامل ہے یورپ میں ملٹرزم انتہا تک ترقی کر چکا ہے، ایک یورپی انقلابی ملٹرزم کا مخالف لیڈر اپنے آپ کو انقلابی نہیں کہتا ان کے انقلابی نظام سب کے سب زندگی بخش ہیں وہ ہر وقت موت کے منہ میں جانے کے لئے آمادہ رہتے ہیں اسی سے ان میں زندگی پیدا ہوتی ہے ہمارے ہاں ایک مصیبت تو یہ تھی کہ برٹش گورنمنٹ نے برطانوی رعایا کے برابر حقوق نہ دیئے ہم اسے اس ایمپائر کی سب سے بڑی قباحت مانتے ہیں - ہمارے ملک سے اس سے زیادہ پیداوار حاصل کی جاتی جتنی خود برطانیہ کی کمائی کرنے والی جماعت سے ٹیکس حاصل کیا جاتا مگر ہمارے ملک کے باشندوں کو تعلیم اور ملٹرزم میں کوئی حق نہ دیا جاتا حالانکہ یہ ہمارا قدرتی حق تھا ہم پر ظلم کیا گیا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے ہر ایک آدمی کو تعلیم یافتہ اور سولجر (Soldier) بنائیں برٹش گورنمنٹ مجبور ہو کر ڈومینین سٹیٹس دے گی اور ہم اس مصالحت پر راضی ہیں اس لئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ برطانیہ کے شریک رہ کر اپنی قوم کو تعلیم اور فوجی تربیت میں یورپ کے برابر بنائیں -

انقلاب اور حربیت

اصل مسئلہ یہ ہے کہ کوئی قوم اپنی حکومت پیدا ہی نہیں کر سکتی اور نہ کوئی پارٹی انقلابی بن سکتی ہے جب تک اس کا ایک ایک فرد فوجی ڈیوٹی ادا کرنے کے لئے پورا پورا آمادہ نہ ہو جائے اور فوجی ڈیوٹی ادا کرنے اور اس کے لئے قوم کو تیار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جو شخص اس ڈیوٹی سے تخلف کرے اسے گولی سے اڑا دیا جائے یہ چیز پہلے ہی دن انسان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ مجھے یہ سزا دی جائے گی اس صورت میں ڈسپلن پیدا ہو سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے علماء کے دماغ میں جوں تک نہیں رینگتی (الا ماشاء اللہ)

(باقی آئندہ)

انوار ولایت

سوانحیات

قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ

مرتبہ :- مولانا لال دین اختر بی - اے بی ٹی

دو سال کی مسلسل اور شبانہ روز عرق ریزی کے بعد چھپ کر تیار ہو چکی ہے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے واقعات اور ان کی دینی و مذہبی خدمات کا پورا تذکرہ نہایت اچھے انداز میں مندرج ہے - جن حضرات کو آپ سے عقیدت و محبت ہے ان کے پاس کتاب کا ایک نسخہ ہونا نہایت ضروری ہے - کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے - کتاب منگا کر پڑھیئے اور لطف اٹھایئے - کتاب کی ضخامت ۲۴۴ صفحات سائز ۲۰×۲۶ ہے قیمت صرف ۳/۵۰ ہے محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ ایک روپیہ (ملنے کا پتہ)

دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور

تین مقدس کتابیں آدھی قیمت میں

(۱) صحیح مسلم شریف مترجم عربی اردو مع شرح نووی چھ جلدوں میں مکمل اصل قیمت ۴۸/- رعایتی قیمت ۲۴/- روپے محصول ڈاک و پیکنگ خرچ وغیرہ ۵ روپے (۲) سنن ابن ماجہ شریف کامل اردو اصل قیمت ۱۲ روپے رعایتی چھ روپے محصول ڈاک ایک روپیہ (۳) محبوب سبحانی حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین مع فتوح الغیب مترجم عربی اردو ۲ جلدوں میں کامل قیمت ۲۴ روپے رعایتی ۱۲ روپے محصول ڈاک ۲ روپے - پوری پوری رقم بھیجکر پہلی فرصت میں طلب فرمایئے قریب الختم ہے - جلد منگوایئے - ورنہ بعد میں افسوس ہوگا

(پتہ)

شیخ محمد عمران صاحب معرفت محمدی مسجد بس روڈ کراچی

فون - ۵۲۷۸۹

مجلس ذکر

۹ حصوں میں چھپ کر تیار ہو چکی مجموعی ہدیہ ۱۰/۵۰ روپے ہے - جلد منگوایئے (ناظم دفتر انجمن خدام الدین لاہور)

فون ۶۵۳۰۹ فون ۶۵۹۴۲

پی سی ٹی

سائیکل کے پرزے

پے، سی، ٹی مارکہ پرزہ جات

نفیس مضبوط اور سستے

تیار کردہ :- پی سی ٹی انڈسٹریز

سول ایجنٹ پٹے سائیکل سٹور نیلا گنبد لاہور

ایسٹرن الیکٹرک موٹرز

۱/۲ ہارس پاور سے ۲۰ ہارس پاور تک

تیار کردہ سلطان فونڈری رجسٹرڈ بادامی باغ لاہور

زرعی آبپاشی

کوٹھیوں فیکٹریوں اور مکانوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مختلف سائز ڈیزائن میں سائز ۳/۴ انچ × ۸ انچ

الیسٹرن فیوگل پمپنگ سیٹ

ایسٹرن پمپنگ سیٹ

آپ کی آبپاشی کی مشکلات کا حل

ضرور آزمائش کریں

تیار کردہ

سلطان فونڈری (رجسٹرڈ) - بادامی باغ لاہور

"رسالہ خدام الدین"

اپنے شہر کے ایجنٹ سے طلب کریں

(فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلیشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا)

سیدنا حضرت حُسینؓ رضی اللہ عنہ کی منقبت

میں جو عزم و عمل و جرأت و بے باکی اور حق گوئی کے نادر نمونہ تھے

سلام اس مرد پر جو کر گیا اعلان اے ساقی
کہ اب زندہ رہے گا تا ابد انساں اے ساقی!

بھرا کنبہ نہ ہو جاتا اگر قربان اے ساقی
تو ہر افسانہ ہوتا آج بے عنوان اے ساقی

رہِ حق و صداقت میں ہوا قربان اے ساقی
بلند از قدسیانِ عرش ہے انساں اے ساقی

گزر جاتے ہیں سر سے سینکڑوں طوفان اے ساقی
نکھرتا ہے کہیں جب جا کے ایک انساں اے ساقی

نہ دبتا ہے نہ جھکتا ہے نہ ڈرتا ہے نہ مرتا ہے
مجاہد اصل میں ہے زندگی کی آن اے ساقی

تہِ تیغِ رواں لب پر صدا اللہ اکبر کی!
صداقت کا کیا جاتا ہے یوں اعلان اے ساقی

لہو سے اپنے جو کچھ کربلا والوں نے لکھا تھا
وہی ٹھہرا بالآخر زلیست کا عنوان اے ساقی

نہ ہو ایمان تو آنسو بہاتے بھی نہیں بنتا!
جو ایماں ہو تو سَر دینا بھی ہے آساں اے ساقی!

سلام اے روشنی! اے زندگی کی جان! اے ساقی
ترا مے خانہ ہے ایمان ہی ایماں اے ساقی

بچائی جان دے کر میکدے کی آن اے ساقی
نچھاور تجھ پہ دنیا ہم ترے قرباں اے ساقی

بہت بگڑی ہے رفتارِ جہاں تجھ سے الگ ہو کر
بہت بہکا ہے تجھ کو چھوڑ کر انساں اے ساقی

نہایت مضمحل ہے حسنِ صورت خانۂ ہستی
جبین بے نور، دل بے حس نگہ ویراں اے ساقی

دِلوں سے امتیازِ حق و باطل مٹتا جاتا ہے
کہاں کا صِدق، کیسا دین، کیا ایماں اے ساقی

ترا درسِ حیات افزا بھلا دینا قیامت ہے
لبوں پر آ گئی تہذیبِ نَو کی جان اے ساقی

علاجِ عصرِ حاضر اب بھی ہے انساں کے بس میں
ترے کردار پر لائے اگر ایمان اے ساقی

ترے میخانے میں موجود ہے آبِ حیات اب بھی
تنِ مُردہ میں پڑ سکتی ہے جس سے جان اے ساقی

تری آنکھوں میں تقدیرِ امم کے پیچ و خم دیکھے
جسے منظور ہو تاریخ کا عرفان اے ساقی

جو ہم پیشِ نظر رکھ لیں تری راہِ صداقت کو
حصولِ عیش منزل ہے بہت آساں اے ساقی

تری جرأت، تری حق گوئی، تیرا عزم مستحکم
انہیں اوصاف سے ہے زندگی کی آن اے ساقی

پھر اپنا لے ترے صبر و رضا، تیرے تحمّل کو
بلند از عرش پھر ہو جائے یہ انساں اے ساقی

ملے توفیق انساں کو ترے رستے پہ چلنے کی
کہ پھر تمیزِ خیر و شر کا ہو اعلان اے ساقی

وہ نازشؔ ہو کہ دنیا ہو مری خواہش بس اتنی ہے
تری مے سے نہ رہ جائے کوئی انجان اے ساقی

از نازشؔ پرتابگڈھی

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۲۷۳۰-۲۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

علم یا جہالت؟

سیدھا راستہ

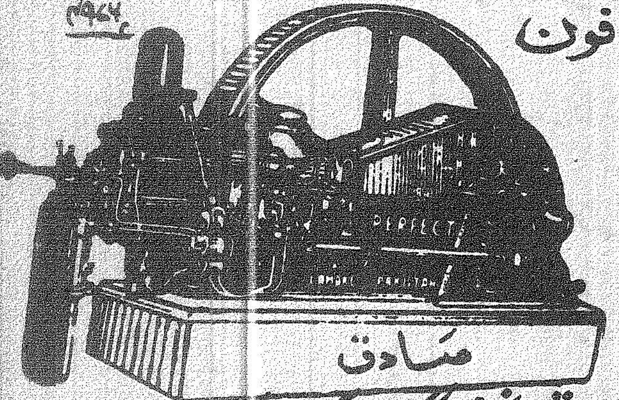
● کہہ دو آؤ میں تمہیں سُنا دوں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کیا ہے یہ کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور تنگدستی کے سبب اپنی اولاد کو قتل (نسل کشی)، نہ کرو۔ ہم تمہیں اور انہیں رزق دیں گے اور بیحیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کے قریب نہ جاؤ اور ناحق کسی کی جان کو قتل نہ کرو، جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے تمہیں یہ حکم دیتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔ اور سوائے کسی مناسب طریقہ کے یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ یہانتک کہ اپنی جوانی کو پہنچے اور ناپ تول کو انصاف سے پورا کرو ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور اور جب بات کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ رشتہ دار ہی ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو تمہیں یہ حکم دیتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور بلیشک یہی سیدھا راستہ ہے سو اس کی اتباع کرو (پ۸ س نساء آیت ۱۵۱-۱۵۳)

● بلیشک تیرا رب جس کیلئے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ بھی کرتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے قتل (نسل کشی) نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بیشک ان کا قتل کرنا سخت گناہ ہے اور زنا کے قریب نہ جاؤ بیشک وہ بیحیائی اور برا راستہ ہے۔ (پ۱۵ س بنی اسرائیل آیت ۳۲)

متفرق مطبوعات

۱۔ مرد مومن	قیمت ۴-۵۰	محصول ڈاک ۵/۵
۲۔ انوار ولایت	″ ۳-۵۰	″ ۴/۵۰
۳۔ خلاصۃ المشکوٰۃ	″ ۱-۵۰	″ ۲/۲۵
۴۔ مجموعہ ۵ تفسیر	″ ۱-۵۰	″ ۲/۲۵
۵۔ گلدستہ احادیث	″ ۰-۵۰	″ ۱/-
۶۔ شجرہ خاندان عالیہ	″ ۰-۲۵	″ -/۳۸
۷۔ خطبات جمعہ ۸ حصے	″ ۱۰-۰	″ ۱۱/۵۰
۸۔ مجلس ذکر ۹ حصے	″ ۹-۰	″ ۱۰/۵۰
۹۔ ضرورت القرآن	″ ۰-۲۰	″ -/۳۳
۱۰۔ شرح اسماء اللہ الحسنیٰ	″ ۰-۳۱	″ -/۴۴
۱۱۔ مقصد قرآن	″ ۰-۲۰	″ -/۳۳
۱۲۔ استحکام پاکستان	″ ۰-۲۰	″ -/۳۳
۱۳۔ اصلی حنفیت	″ ۰-۲۰	″ -/۳۳
۱۵۔ نجات دارین کا پروگرام	″ ۱۹	″ -/۳۳
۱۶۔ بہشتی اور دوزخی کی پہچان	″ ۱۳	″ -/۲۰

مطلوبہ کتب کا ہدیہ بذریعہ منی آرڈر یا ٹکٹ ڈاک پیشگی آنا ضروری ہے وی پی ہرگز نہ ہوگا۔ (ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور)



لوگ قرآن پاک میں غور کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں

(سورۃ محمد پ۲۶) (خادم مبلغ)